ماھنامہ

# انصار اللہ

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

اکتوبر ۲۰۰۱ء

# تائید الٰہی

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:-

''......خدا کی شہادت سے ثابت ہے کہ پہلے میں اکیلا تھا اور میرے ساتھ کوئی جماعت نہ تھی اور اب کوئی مخالف اس بات کو چھپا نہیں سکتا کہ اب ہزار ہا لوگ میرے ساتھ ہیں- پس خدا کی پیشگوئیاں اس قسم کی ہوتی ہیں جن کے ساتھ نصرت اور تائید الٰہی ہوتی ہے- کون اس بات میں مجھے جھٹلا سکتا ہے کہ جب یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ نے فرمائی اور براہین احمدیہ میں درج کر کے شائع کی گئی- اس وقت جیسا کہ خدا نے فرمایا میں اکیلا تھا اور بجز خدا کے میرے ساتھ کوئی نہ تھا میں اپنے خویشوں کی نگاہ میں بھی حقیر تھا کیونکہ ان کی راہیں اور تھیں اور میری راہ اور تھی- اور قادیان کے تمام ہندو بھی باوجود سخت مخالفت کے اس گواہی کے دینے کے لئے مجبور ہوں گے کہ میں درحقیقت اس زمانہ میں ایک گمنامی کی حالت میں بسر کرتا تھا اور کوئی نشان اس بات کا موجود نہ تھا کہ اس قدر ارادت اور محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھنے والے میرے ساتھ شامل ہو جائیں گے- اب کہو کہ کیا یہ پیشگوئی کرامت نہیں- کیا انسان اس پر قادر ہے؟......''

(حقیقۃ الوحی- روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۹-۲۵۰)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے
ماہنامہ **انصار اللہ**
ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

اخاء ۱۳۸۰ ہش - اکتوبر ۲۰۰۱ء
جلد نمبر ---------------------- ۴۲
شمارہ نمبر ---------------------- ۱۰

**نائبین:** پروفیسر محمد اسلم صابر، ریاض محمود باجوہ، جاوید احمد جاوید

## اس شمارہ میں



پبلشر: عبد المنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ **انصار اللہ**
دار الصدر جنوبی **ربوہ** (چناب نگر)
ڈیزائن و کمپوزنگ: صداقت احمد محمود

**شرح چندہ** (پاکستان)
سالانہ: ---------------------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ: ---------------------- دس روپے

اداریہ

# اصلاح معاشرہ

جب بچہ شعور کی منزلیں طے کرتا ہے اور وہ اچھے بُرے کی تمیز کر سکتا ہے تو بار بار راہنمائی کا بھی محتاج ہوتا ہے جونہی وہ اپنے بڑوں کے حسن اخلاق، عمدہ نمونہ اور دعاؤں سے تربیت پا کر اپنی بلوغت کو پہنچتا ہے تو معاشرہ کے لئے اچھا انسان ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے اچھے انسانوں سے تشکیل پانے والا معاشرہ ہی اعلیٰ اوصاف پر قائم حسین اور مثالی معاشرہ بنتا ہے اور ایسے معاشرہ پر مبنی قوم دائمی حیات کی وارث ٹھہرتی ہے۔

ترتیب واصلاح کیلئے ہمارے آقا ومولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے فرمایا کہ

"کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ"

یعنی تم میں سے ہر ایک انسان ایک راعی (حاکم) کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے کچھ حقوق رکھے ہوئے ہیں اور کچھ ذمہ داریاں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان کی ذمہ داریاں اور فرائض دوسرے کے حقوق بنتے ہیں اور اس میں ہر انسان ایک دوسرے سے مربوط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مختصر سے ارشاد میں ان ہی باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ہم گھریلو ماحول دیکھیں یا محلّہ یا کوئی بستی ہو قصبہ ہو یا شہر ہو یا ملک۔ ہر ایک انسان کسی نہ کسی جہت سے ذمہ دار اور حاکم ٹھہرتا ہے اور اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں جو دوسروں کے حقوق ہیں۔ اور جو اپنے حقوق چاہتا ہے وہ اپنی ذمہ داریاں بھی ادا کرے تو وہی دوسرے کے حقوق ہیں۔ ایک مرد کو قوام کی حیثیت حاصل ہے وہ اپنے اہل وعیال کا حاکم (یعنی نگران) ہے اور وہ اس ارشادِ نبوی کے مطابق اپنے گھر کا راعی ہے۔ والدین اپنے بچوں کے بھی اسی طرح ذمہ دار اور راعی ہیں جس طرح ایک وسیع پیمانے پر ایک حاکم ذمہ دار ہے گویا دنیا میں ہر شخص کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے اور اسی طرح ہی دنیا کا نظام چلتا ہے۔ جب ہم آخری انسان پر پہنچ جاتے ہیں جس کے نیچے بظاہر کوئی بھی ماتحت نظر نہیں آتا تو وہ بھی دراصل ایک چیز کا حاکم ہے اور یہ اس کا نفس ہے جس پر اسے کامل اختیار دیا گیا ہے۔ پس اُسے بھی اس کے نفس کے متعلق سوال کیا

جائے گا کہ اس نے اس کا کہاں تک حق ادا کیا ہے۔ گویا انفرادی طور پر بھی وہ اپنے نفس کے بارہ میں جواب دہ ہے۔ حدیثِ نبویؐ کے یہ چند مختصر الفاظ حقوق اور ذمہ داریوں کا لطیف مرکب بھی ہیں اور اس میں ایک بشارت بھی ہے کہ مومن وہ ہے جو یہ ذمہ داریاں پوری کر کے اللہ کا شکرگزار بندہ بنتا ہے کیونکہ اسی میں اس کی ترقی کا راز پنہاں ہے۔

معاشرہ کی تربیت و اصلاح کا ایک نہایت اہم ذریعہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر انسان اپنے دل میں نیک اور پاکیزہ جذبات پیدا کرے کیونکہ تمام اعمال کا منبع اس کا دل ہے دل کے جذبات ایک بیج کا رنگ رکھتے ہیں اور عمل وہ پودا ہے جو اس بیج سے پیدا ہوتا ہے۔ پس انفرادی طور پر تو اصلاح کے لئے تو فکر دل کی ہونی چاہئے اگر انسان کا دل ٹھیک ہے تو اس کے جوارح یعنی اس کے ہاتھ پاؤں زبان کان آنکھ کے اعمال خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے اور اس کی سوچ اور فکر بھی صالح ہو گی۔

جہاں تک معاشرہ اور قومی اصلاح کا تعلق ہے۔ اس کا تعلق تلقین و تحریک اور جرات سے کام لینے میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص کوئی ناپسندیدہ بات جو خلاف اخلاق یا خلاف دین ہو دیکھے یا اس کے علم میں آئے تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ یعنی اپنی طاقت و قدرت یا اپنی تحریر سے لیکن اگر اسے یہ طاقت حاصل نہ ہو تو اپنی زبان و کلام سے اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اسے یہ طاقت بھی حاصل نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں ہی اسے برا محسوس کرے یعنی ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے بے بس ہو تو بھی دعا کے ذریعہ بہتری کی کوشش کرے یا اس برائی کے محل سے الگ تھلگ ہو کر رہے۔

اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ کا یہ عظیم الشان جہاد ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکمت اور دوراندیشی سے بیان فرمایا کہ تم اپنے ماحول میں بدی اور گناہ کی آگ دیکھ کر محض دیکھتے ہی نہ رہو۔ بلکہ اس برائی کو دور کرنے کی پوری کوشش کرو۔ یہ انصار اللہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ جسے ادا کرنا ہر رکن کا فرض ہے۔

**احباب درستی فرمالیں:** ماہنامہ انصار اللہ کی خصوصی اشاعت ماہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے ٹائٹل صفحہ تین (اندرون) میں تیسری سطر پر صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب اور چوتھی سطر میں صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب لکھا گیا ہے درست نام یہ ہیں صاحبزادہ مرزا نیر احمد ابن صاحبزادہ ڈاکٹر مغفور احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا نعمان احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا نسیم احمد صاحب (ابن مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا صاحبزادہ سلطان احمد صاحب) اسی طرح اسی شمارہ کے صفحہ ۲۰ پر محترمہ امۃ الرفیق صاحبہ کی بجائے محترمہ صاحبزادی امۃ الوکیل صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب درست کرلیا جائے۔

امام الکلام

# توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے

## میں ان شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"..........وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اَور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوعِ انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (بنی اسرائیل:۱۶) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے۔ مَیں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تُو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چُپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں مَیں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پُورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۸-۲۶۹)

کلام الامام

# دعوت الی اللہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... دعوت الی اللہ کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''انسانی کوششیں اور اسباب نہایت ہی محدود ہوتے ہیں- اور غیر معمولی نتائج جو ان سے پیدا ہوتے ہیں- وہ اللہ کے فضل اور احسان ہی سے پیدا ہو سکتے ہیں- اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان نہ ہو اور اس کی طرف سے رہنمائی نہ ہو تو انسانی کوششوں کا بار آور ہونا مشکل ہوتا ہے.......... ہمیں بھی خدا کے فضل سے ہی کامیابی ہوگی مگر خدا کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے بھی کوشش کی ضرورت ہے- دیکھو ماں احسان کے طور پر بچے کو دودھ پلاتی ہے مگر جب تک بچہ روتا نہیں اس کی چھاتیوں میں بھی دودھ نہیں اترتا- اسی طرح جب تک ہماری طرف سے کافی جدوجہد نہ ہوگی اس وقت تک خدا تعالیٰ کا فضل بھی ہم پر نازل نہ ہوگا- اور ہمیں کامیابی حاصل نہ ہوگی-

ہمارا کام کیا ہے- یہ کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہم اس تعلیم کو پہنچا دیں جو حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئی ہے اور جس کی اس زمانہ کا تمدن اور عام رَو مخالفت کر رہی ہے- اس تعلیم کے پہنچانے میں ہماری مخالفتیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں- ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور دی جا رہی ہیں- ہم سے تعلق منقطع کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں- ہم سے رشتہ داریاں چھوڑی گئیں اور چھوڑی جا رہی ہیں- الغرض ہر قسم کا نقصان ہمیں پہنچایا گیا اور پہنچایا جا رہا ہے- اور اگر خدا کے وعدے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہ ہوتے- جن کی صداقت میں ہمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں اور اس کا فضل ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو ہماری کیا ہستی تھی کہ ان مخالفتوں کے مقابلہ میں ٹھہر سکتے- پھر پہلے انبیاءؑ کے حالات بھی ہمارے دلوں کو مضبوط بنا رہے ہیں- کیونکہ وہاں نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس طرح وعدے کرتا اور پھر کس طرح ان کو پورا کر دکھاتا ہے- اور پھر کن حالات میں سے وہ کامیابی کی طرف لے جاتا ہے- پس ہم کو اس کام سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہئیے بلکہ ہمارا قدم آگے ہی آگے پڑنا چاہئیے- ہمیں چاہئیے کہ ہم گزشتہ نبیوں کے حالات پر نظر ڈالیں.......... دنیا کی مخالفت وہی مخالفت ہے جو پہلے نبیوں کے وقت میں ہوئی- پھر جب ان انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوئیں تو ہم بھی ضرور کامیاب ہوں گے- ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری سستی اور کمزوری کی وجہ سے اس کامیابی میں تاخیر ہو جائے- اب یہ ہمارا کام ہے کہ تاخیر نہ ہونے دیں- مسلمان ہمیشہ اس خیال سے بہت نقصان اٹھاتے رہے ہیں کہ جو بات مقدر ہوگی وہ آپ ہی آپ ہو جاتی ہے- مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی تقدیر تاخیر ہماری سستیوں اور کمزوریوں کے سبب ہوتی ہے- اس میں کچھ شک نہیں کہ تقدیر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے لیکن تاخیر ہماری طرف سے ہوتی ہے- پس ہمیں کوشش کرنی چاہئیے کہ تقدیر تاخیر کو بدل ڈالیں اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم کام میں لگ جائیں اور اگر اخلاق فاضلہ پیدا کر کے ہمارا ہر فرد تبلیغ میں لگ جائے تو بہت جلد ہمیں بے نظیر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے-''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ر جولائی ۱۹۲۵ء مطبوعہ خطبات محمود جلد ۹)

## عربی منظوم کلام

اَللّٰـهُ خَلَّاقِی وَمُهْجَةُ مُهْجَتِیْ — حِبٌّ فَدَتْـهُ النَّفْسُ كُلَّ فِدَاءِ

اللہ ہی میرا خالق اور میری جان کی جان ہے وہ ایسا محبوب ہے کہ میری روح اس پر تمام تر فدا ہے۔

وَلَـهُ التَّفَرُّدُ فِی الْمَحَامِدِ كُلِّهَا — وَلَـهُ عَلَاءٌ فَوْقَ كُلِّ عَلَاءِ

اس کو تمام قابلِ تعریف صفات میں یکتائی حاصل ہے اور اسی کو برتری حاصل ہے تمام بلندیوں پر۔

فَانْهَضْ لَـهُ إِنْ كُنْتَ تَعْرِفُ قَدْرَهُ — وَاسْبِقْ بِبَذْلِ النَّفْسِ وَالْإِعْدَاءِ

اگر تو اس کی قدر پہچانتا ہے تو تُو اس کی خاطر اٹھ کھڑا ہو اور اپنی جان کو فدا کر کے اور تیز دوڑ کر آگے بڑھ

غَلَبَتْ عَلَى قَلْبِیْ مَحَبَّةُ وَجْهِهِ — حَتّٰى رَمَيْتُ النَّفْسَ بِالْإِلْغَاءِ

میرے دل پر اسکے چہرے کی محبت غالب آگئی یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس کو اور اس کی خواہشات کو باطل اور کالعدم بنا کر پھینک دیا

وَأَرَى الْوَدَادَ أَنَارَ بَاطِنَ بَاطِنِیْ — وَأَرَى التَّعَشُّقَ لَاحَ فِیْ سِيْمَائِیْ

میں دیکھتا ہوں کہ محبت نے میرے باطن کے باطن کو منور کر دیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ عشق میرے چہرے پر ظاہر ہو گیا ہے۔

مَابَقِیَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاهُ تَصَوُّرٌ — غَمَرَتْ اَيَادِی اللّٰهِ وَجْهَ رَجَائِیْ

میرے دل میں اس کے سوا کوئی تصور باقی نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ کے احسانات نے میری خواہشوں کے منہ کو ڈھانپ لیا ہے۔

هَوْجَاءُ اُلْفَتِهِ اَثَارَتْ حُرَّتِیْ — فَفَدَا جَنَانِیْ صَوْلَةَ الْهَوْجَاءِ

اس کی الفت کی تیز ہواؤں نے میری خاک اڑا دی پس میرا دل ان ہواؤں کی شدت پر قربان ہو گیا

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۷۰)

فارسی منظوم کلام

غافلاں من زِ یار آمدہ ام　　ہمچو بادِ بہار آمدہ ام

اے غافلو۔ میں یار کے پاس سے آیا ہوں اور بادِ بہار کی طرح آیا ہوں

ایں زمانم زمانۂ گلزار　　موسمِ لالہ زار و وقتِ بہار

یہ میرا زمانہ گلزار کا زمانہ ہے۔یعنی لالہ زار کا موسم اور بہار کا وقت ہے

آمدم تا نگار باز آید　　بے دلاں را قرار باز آید

میں اس لئے آیا ہوں تا کہ یار لوٹ آئے اور بد دل لوگوں کو پھر آرام نصیب ہو

دستِ غیبم پرورد ہر دم　　کرد وحیش بمن ظہورِ اتم

ایک غیبی ہاتھ ہر دم میری پرورش کر رہا ہے اور اس کی وحی نے کامل طور پر مجھ پر ظہور کیا ہے۔

نُورِ الہام ہمچو بادِ صبا　　نزدم آرد زِ غیب خوشبوہا

الہام الٰہی کا نور بادِ صبا کی طرح غیب سے میرے پاس خوشبوئیں لا رہا ہے۔

پُر شُد از نُورِ مَن زمان و زمیں　　سر ہنوزت بَر آسماں از کیں

میرے نُور کی وجہ سے زمین و زماں روشن ہوگئے مگر ابھی تیرا سر عداوت سے آسمان پر ہے

با خدا جنگہا کُنی ہیہات　　ایں چہ جَور و جفا کُنی ہیہات

افسوس کہ تو خدا سے جنگ کر رہا ہے۔ یہ کیا ظلم و جفا کر رہا ہے تجھ پر افسوس!

رُو بدُو کُن کہ رُو رُخِ یار است　　ہمہ رُوہا فدائے دلدار است

اپنا منہ اس کی طرف کر کہ اُسی کا چہرہ تو اصل چہرہ ہے سارے چہرے اس دلدار پر قربان ہیں

(نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۸)

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقولے

## ذکر حبیبؑ ۔ دلکش یادیں

(تقریر: حضرت مفتی محمد صادق صاحب برموقعہ جلسہ سالانہ ۱۹۳۵ء)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب ......... فرماتے ہیں:

''......... ذکر حبیب کے کئی ایک پہلو ہیں۔ اس سال کے واسطے میں نے یہ سوچا ہے کہ میں ان مختصر فقرات کو جمع کر کے آپ ......... کو سناؤں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی گفتگو میں بار ہا بطور مقولہ فرمایا کرتے تھے۔ مقولہ اس مختصر کلمہ کو کہتے ہیں جو تھوڑے الفاظ میں بہت سے مفید مطالب اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور بطور ضرب المثل گفتگو یا تحریر میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے ان میں سے بعض پہلے بزرگوں کے اقوال ہیں۔ بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے غور وخوض کا نتیجہ تھے۔ اور بعض الہامی فقرات تھے۔ ایسے ۲۳ مقولے میں نے آج کے مضمون کے واسطے جمع کئے ہیں:۔

**(۱) تلامیذ الرحمٰن:** ''انبیاء تلامیذ الرحمٰن ہوتے ہیں۔'' یہ مقولہ عموماً حضرت مسیح موعودؑ ایسے وقتوں میں بولا کرتے تھے جب کہ سلسلہ کے واسطے کوئی مفید تحریک آپ جاری کرتے تھے۔ گو اس کے واسطے صریح طور پر کوئی خاص الہام آپ کو نہ ہوا تھا۔ تاہم جو کچھ خدا تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالتا۔ وہی آپ کرتے اور خدام کو کرنے کے واسطے کہتے تھے۔ ......... آپ اپنی حرص وخواہش سے نہ بولتے تھے بلکہ آپ کا سب کلام وحی الٰہی کے ماتحت تھا۔ فرمایا کرتے تھے میرے دل میں جن باتوں کی تحریک ہوتی ہے وہ منجانب اللہ ہوتی ہیں۔ انبیاء اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سکھانے سے وہ ہر کام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ زبردست دشمنوں کے مقابلہ میں باوجود ظاہری کمزوریوں کے اور باوجود دنیوی اسباب کے نہ ہونے کے وہ کامیاب اور بامراد ہوتے ہیں۔ اور ان کے دشمن ذلیل اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بہت دیکھی ہیں بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک نمونہ ان ایام میں آپ لوگوں نے بھی دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن بزرگوں کو انبیاء کا جانشین بناتا ہے۔ ان کی حفاظت اور راہنمائی بھی وہ خود ہی کرتا ہے۔ احراریوں کے شر اور فساد کے خوفناک طوفان بیکراں میں سے جس صفائی کے ساتھ حضرت ...... خلیفۃ المسیح الثانی ......... نے احمدیت کی کشتی کو چلایا ہے۔ یہ آپ ہی کام تھا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

انتہائی درجہ کے شورہ پشت فسادات کے عادی لوگ ایجی ٹیشن کے فن کے ماہرین کا مقابلہ تھا۔ گورنمنٹ کا مقابلہ بھی

تھا- جماعت کے ساتھ اس کے دکھ میں ہمدردی بھی کی اور جماعت کے صبر و سکون کو بھی قائم رکھا- اللہ اللہ یہ قوت یہ شجاعت یہ دانائی یہ تدبیر یہ حکمت یہ ہمت جو اس مصیبت اور دکھ کے وقت ہمارے جہاز کے کپتان نے دکھائی انسانی طاقت نہیں بلکہ الٰہی راہنمائی کا ایک زندہ نشان ہے- اگر حضرت محمود......... میں جو سراپا محمود ہیں کوئی اور حسن نہ بھی ہوتا تو یہی ایک امر کہ کس خوبی اور بہادری سے آپ نے ایسے مشکل وقت میں راہنمائی کی اور اس میں کامیابی حاصل کی اس امر کے واسطے کافی دلیل ہے کہ آپ کی خلافت فی الحقیقت منشائے الٰہی کے ماتحت ہے-

**(۲) تقطع الی اللہ**: حضرت مسیح موعودؑ کا دوسرا مقولہ جو میں بیان کرنا چاہتے ہوں- وہ بزبان پنجابی یہ ہے-

"یا توں لوڑ مقدمیں یا اللہ نوں لوڑ"

اس کے معنے یہ ہیں کہ یا تم خدا کی تلاش کرو یا اپنے دنیاوی مقدمات کرو- ایک ہی وقت میں انسان دو طرف مصروف نہیں ہو سکتا- جو لوگ دنیاداری کے دھندوں میں غرق ہو جاتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو نہیں پا سکتے- خدا تعالیٰ کو پانا کچھ قربانی چاہتا ہے- یہ فقرہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''کوئی نوکر دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا اس لئے کہ یا ایک سے مخالفت کرے گا اور دوسرے سے دوستی یا ایک کو مانے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے-

(لوقا باب ۱۶ آیات ۱۳)

حضرت مسیح موعودؑ ان لوگوں کے ذکر میں یہ کلمہ لایا کرتے تھے جو اپنے دنیوی دھندوں میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اور اس کے احکام کو بھول جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہمیں کیوں روحانی ترقی حاصل نہیں ہوتی-

**(۳) کلید حل مشکلات**: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے

''نماز مشکلات سے بچنے کی چابی ہے''

۱۹۰۴ء کا واقعہ ہے- مجھ پر ایک لمبی بیماری آئی ہر وقت ہلکا ہلکا بخار رہتا کسی وقت زیادہ بھی ہو جاتا ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اور میرے اہل و عیال کو اپنے مکان کے ایک حصہ میں رہنے کو جگہ دی ہوئی تھی- ایک دن بیماری کی گھبراہٹ اور تکلیف مجھے ایسی ہوئی کہ گویا آخری وقت ہے- میری بیوی میری اس حالت کو دیکھ کر برداشت نہ کر سکی اور روتی چیختی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی- آپ فوراً اٹھے اور وضو کر کے نماز میں کھڑے ہو گئے اور ہنوز حضور نماز میں ہی تھے کہ میری حالت سنبھل گئی- اور تندرستی کی طرف مائل ہو گئی پھر آہستہ آہستہ بالکل شفا ہو گئی-

فرمایا کرتے تھے کہ نمازوں کے اندر دعائیں کرو- اور اپنی زبان میں بھی دعائیں کیا کرو- قبولیت کا سب سے بہتر وہی وقت ہوتا ہے جب کہ انسان نماز کے اندر ہو- ایک دفعہ حضور نے فرمایا ''بعض لوگ نماز کے اندر تو دعا کرتے نہیں جب نماز ختم ہو جاتی ہے تو بعد میں دعائیں کرنے لگتے ہیں ان لوگوں کی مثال ایسی ہی ہے کہ کوئی شخص اسّے کو الٹا دے- پہیئے اوپر

کی طرف کر دے۔ چھتری نیچے کی طرف اور پھر گھوڑا جوڑ کر اکّہ چلانا چاہے''

ایسا ہی ایک دفعہ حضور نے ایسے شخص کی مثال یوں دی۔ کہ ایک شخص بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا مگر خاموش کھڑا رہا کچھ عرض نہ کیا۔ جب دربار کی چار دیواری سے باہر نکل آیا تو پھر پکارنے لگا کہ میری یہ بھی درخواست ہے اور وہ بھی خواہش ہے۔ جو عین درخواست کا وقت تھا اس وقت سے اس نے فائدہ نہ اٹھایا تو اب اس کی درخواستیں کون سنتا ہے۔

**(۴) مانگنا موت ہے:** فرمایا کرتے ''جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ مانگنا اور موت اختیار کرنا برابر ہے دعا کو اپنے کمال تک پہنچانا بھی ایک قسم کی موت اختیار کرنا ہوتا ہے اور دعا اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایسے خشوع اور خضوع اور زاری اور عاجزی کے ساتھ ہونی چاہئے کہ گویا انسان اپنے اوپر موت وارد کرنے لگا ہے۔ ایسی دعا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے۔ یہ مقولہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے موقعہ پر فرمایا کرتے تھے جب کہ آپ انسان کے لئے دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف پوری یکسوئی اور کامل توجہ ہونے کی ضرورت کا اظہار فرماتے تھے۔

**(۵) دلی بات کا اثر:** فرماتے ''سخن کز دل بروں آید-نشیند لا جرم بردل'' جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل پر جا کر اثر کرتی ہے یہ مقولہ حضور.......... ایسے موقعہ پر فرمایا کرتے تھے جب کہ مبلغ اور واعظ کے اندر اخلاص کی ضرورت پر آپ زور دیتے تھے جو شخص خود سچے دل سے ایک امر پر یقین رکھتا ہے اور درد دل کے ساتھ دوسروں تک وہ بات پہنچاتا ہے اس کی بات کا ضرور اثر ہوتا ہے۔

**(۶) حفظ مراتب ضروری ہے:** ''گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی'' اگر تو مرتبہ کا لحاظ نہ رکھے تو تو زندیق ہے یعنی ہر ایک کی عزت وعظمت اس کے مرتبہ کے مطابق ہونی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ انسان حدیث کو قرآن شریف پر فضیلت دے اور رسول کا درجہ خدا سے بھی بڑا بنا دے۔ ہر ایک کی عزت اور عظمت اس کے مرتبہ کے مطابق کرنی چاہیئے۔ نہ اس سے زیادہ کی جائے۔ اور نہ اس سے کم کی جائے۔

**(۷) گوش زدہ:** فرمایا کرتے تھے ''گوش زدہ اثرے دارد'' جو حق بات کسی کے کانوں میں پڑ جاتی ہے اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے۔ چاہیئے کہ تم اچھی باتیں لوگوں کو کہتے رہو اور تبلیغ کرتے رہو۔ نیک نصیحت کا آخر اثر ہوتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ سناتا جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے حضرت (خلیفۃ المسیح الاول.......... ناقل) درس قرآن میں فرمایا کرتے تھے۔ تبلیغ کرنے کا طریق حضرت موسیٰؑ سے سیکھو۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں فرعون نے کہا رب العالمین کون ہے۔ اس وقت کے بادشاہ بھی رب کہلاتے تھے اور اپنے آگے لوگوں سے سجدہ کرایا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ رب السمٰوٰت والارض وما بینهما ان کنتم موقنین۔ رب العالمین وہی ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کا بھی رب ہے۔ فرعون نے اپنے درباریوں کو ہنستے ہوئے مخاطب کیا

اور کہا سنتے ہو کیا کہتا ہے............مگر حضرت موسیٰؑ نے کچھ پرواہ نہ کی اور پھر کہا وہی جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ اس پر فرعون نے پھر اپنے درباریوں کو کہا یہ تو کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے اپنی ہی کہتے جاتا ہے حضرت موسیٰؑ نے اس کی بھی پروانہ کی اور نہ اس بات کا کچھ جواب دیا کہ میں مجنون نہیں بلکہ پھر خدا کی تعریف شروع کی۔ رب المشرق والمغرب ومابینھما ان کنتم تعقلون۔ وہ جو مشرق کا رب ہے اور مغرب کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کا بھی رب ہے اگر ہو تم عقل کرنے والے۔''

## (۶) خون جگر کھانے کی ضرورت:

؎ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر　　آرے شود لیک بخون جگر شود

کہتے ہیں کہ پتھر بھی اگر صبر کے مقام پر پہنچ جائے تو لعل بن جاتا ہے یہ درست ہے بے شک بن جاتا ہے لیکن خون جگر سے بنتا ہے اس کا بننا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑی محنت سے انسان کمال کو پہنچتا ہے اور جب کمال حاصل کر لیتا ہے تبھی عزیز جہاں بنتا ہے۔ اس سے یہ مثل بنی ہے کہ ''کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی''۔ امریکہ میں ایک بڑے موجد ایڈیسن صاحب گزرے ہیں جنہوں نے بجلی کی روشنی ایجاد کی مسٹر ایڈیسن نے بہت سی ایجادیں کی ہیں۔ ایک ایک ایجاد پر وہ کئی سال تک رات دن اس طرح غرق رہتے کہ انہیں کھانا پینا اور میل ملاقات اور گھر کے آدمیوں کے تعلقات سب کچھ بھول جاتے۔ تب جا کر کہیں ایک ایجاد کا عقدہ ان پر کھلتا جب میں امریکہ میں تھا اس وقت وہ زندہ تھے ایک دفعہ وہ اپنی ایجادات پر لیکچر دے رہے تھے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ مسٹر ایڈیسن یہ جو تم ایجاد کرتے ہو وہ نئی بات اپنے دماغ سے نکالتے ہو یا تمہیں خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے مسٹر ایڈیسن نے جواب میں کہا:۔

"WELL REALY SPEAKING IT IS INSPIRATION. BUT, I MUST TELL YOU. MY BOY, THAT I PASS THROUGH 99 PERSPIRATIONS BEFORE I GOT ONE INISPIRATION."

سچ بات یہ ہے کہ ہر ایک ایجاد مجھے الہام ہی سے حاصل ہوتی رہی ہے لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ایک الہام کے حاصل کرنے کے واسطے مجھے ننانوے بار پسینوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

حضرت مسیح موعود (......) نے بھی فرمایا کہ ایجادات کے خواہشمند جب رات دن ایک بات کی فکر میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے اس فکر اور غم کو ان کی دعا اور درخواست کا مقام دے کر ان پر بذریعہ الہام اس ایجاد کا طریق منکشف کر دیتا ہے:

## (۹) خدا تعالیٰ سے تعلق کی برکت:

''جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندے اگر تو میرا بن جائے اور میرے احکام پر عمل کرے اور مجھ سے کامل محبت کا تعلق پیدا کر لے تو تمام مخلوق تیری ہی ہو جائے۔ اس میں شک نہیں ابتداً خدا تعالیٰ کے پیاروں کی سخت مخالفت ہوتی ہے اور لوگ بڑے بڑے دکھ دیتے ہیں لیکن

بالآخران کی سچائی لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اکثر حصہ مخلوق کا ایک قدرتی کشش کے ساتھ ان کی طرف چلا آتا ہے جو شخص خدا کا ہو جاتا ہے اسے دنیا کی پرواہ نہیں ہوتی دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ جو اس کا طالب ہوتا ہے اس سے وہ بھاگتی ہے اور جو اس کو لات مارتا ہے اور اس سے بیزار ہوتا ہے اس کے پیچھے دوڑتی ہے اور اس کو چمٹتی ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرے اور خدا کا ہی بن جائے اسی غرض کے واسطے یہ جماعت بنائی گئی ہے:۔

میں امریکہ میں تھا تو ایک دفعہ یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوئے ''ربّی تو میرا میں تیرا میں تیرا تو میرا''

**(۱۰) دنیا کے کام ختم نہیں ہوتے:** ''کار دنیا کسے تمام نکرد'' جب خدام حضرت مسیح موعود (......) سے ملنے کے واسطے آتے تھے اور رخصت چاہتے تھے تو عموماً حضور اصرار کیا کرتے تھے کہ چند روز اور ٹھیرو اس میں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ منشاء ہوتا تھا کہ چونکہ وہ زمانہ نبوت تھا ممکن تھا کہ وہ صاحب چند روز اور قیام کر کے کوئی نشان دیکھ لیں یا ان کے حق میں کوئی الہام ہو جائے یا ان کے واسطے کسی خاص دعا کا وقت مل جائے۔ اگر کوئی صاحب اپنے پچھلے کاموں کا ذکر کرتے کہ چند ضروری کام کرنے ہیں اس واسطے واپس جانا ضروری ہے تو فرمایا کرتے ''کار دنیا کسے تمام نکرد'' دنیا کے کام تو کسی سے ختم نہیں ہوتے۔ ہر ایک شخص جو مرتا ہے وہ کئی ایک کام بیچ میں ہی چھوڑ کر مر جاتا ہے۔ جن کی نسبت اس کا خیال ہوتا ہے کہ یہ کام بہت ضروری ہیں اور ان کو جلدی کرنا چاہیئے وہ کام درمیان میں ہی رہ جاتے ہیں اور وہ شخص دنیا کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے ''کار دنیا کسے تمام نہ کرد''

**(۱۱) حواس انبیا:**

فلسفی گو منکر از حنانہ است     از حواس اولیاء بیگانہ است

یہ مثنوی مولانا روم کا ایک شعر ہے حضرت مسیح موعود (......) اس کو اس موقعہ پر لایا کرتے تھے جب یہ ذکر ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو بعض ایسی طاقتیں دے دیتا ہے جو خارق عادت ہوتی ہیں اور عام طور پر لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً آپ فرماتے تھے کہ بعض دفعہ میں اپنے کمرے میں دروازے بند کئے ہوئے وہیں ہوتا ہوں اور دوسرے کمرے کی اشیاء اس طرح دیکھ رہا ہوتا ہوں کہ گویا کوئی دیوار درمیان میں حائل نہیں ہے حنانہ اس ستون کا نام ہے جس کے ساتھ پشت لگا کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے پیشتر اس کے کہ آپ کی مسجد (نبوی۔ ناقل) میں کوئی منبر ہو۔ جب منبر طیار ہو گیا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منبر پر بیٹھے تو وہ ستون آپ کی جدائی میں رویا۔ اور صحابہ رسول نے اس رونے کو سنا۔ صاحب مثنوی اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے لکھتے ہیں کہ فلسفی اس امر سے انکار کرتا ہے کہ ستون رویا ہو۔ مگر وہ حقیقت سے بے خبر تھے کیونکہ اولیاء اللہ کو جو حواس عطا کئے جاتے ہیں ان سے فلسفی بے خبر ہوتا ہے۔

**(۱۲) دعا دل سے ہو:** فرمایا کرتے تھے ’’صرف زبان سے کلمات کا تکرار کرنے میں برکت نہیں ہوتی جب تک کہ دل بھی اس کے ساتھ نہ ہو۔ دعا کے وقت انسان کو چاہیئے کہ جو کلمات دعائیہ منہ سے نکالے ان کے معنی اور مطلب کو سمجھتا ہو اور اپنی دلی آرزو کے ساتھ ان کا مطالبہ اللہ تعالیٰ سے کرے نہ کہ صرف لفظوں کو پڑھے اور اس کی قلبی کیفیت اس کے مطالب سے خالی ہو۔ ایسا پڑھنا بے اثر ہوتا ہے‘‘۔

**(۱۳) موت کی طیاری:**

؎ غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

یہ مقولہ عموماً آپ اس وقت فرمایا کرتے تھے جب کہ آپ نے اس بات پر زور دینا ہوتا کہ انسان کی زندگی کا کچھ اعتبار نہیں معلوم نہیں کس وقت موت اچانک آ جائے انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت موت کے لئے طیار رہے۔ ۹۱-۱۸۹۰ء کے موسم سرما کا واقعہ ہے جب کہ میں پہلی دفعہ قادیان آیا اس وقت میں جموں ہائی سکول میں ٹیچر تھا اور استاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب ...... بھی اس وقت جموں میں بطور شاہی طبیب تھے۔ جس دن میں قادیان پہنچا صرف ایک مہمان اور تھے سید فضل شاہ صاحب جن کے صاحبزادے ڈاکٹر سید عنایت اللہ شاہ صاحب اب علی گڑھ کالج میں ملازم ہیں پس اس شب ہم دو مہمان تھے اور گول کمرہ ہمارا جائے قیام تھا جو (البیت) مبارک کی سیڑھیوں کے پاس اب تک اس ہیئت و صورت میں موجود ہے۔ رات اس کمرہ میں آرام کرنے کے بعد جب صبح سویرے حضرت مسیح موعود (......) سیر کے واسطے تشریف لائے تو سید صاحب اور حافظ حامد علی صاحب اور عاجز حضور کے ساتھ ہوئے۔ کھیتوں میں سے ایک چکر لگاتے ہوئے قادیان کے مشرقی جانب ایک طرف سے جا کر دوسری طرف سے واپس آئے۔۔۔ میں نے سوال کیا کہ گناہوں سے بچنے کا کیا ذریعہ ہے حضور نے فرمایا: ’’انسان طولِ امل نہ کرے اور موت کو یاد رکھے اس طریقہ سے گناہوں سے بچا رہتا ہے۔‘‘

**(۱۴) شرط عشق:** حضرت مسیح موعو(......) یہ شعر عام طور پر پڑھا کرتے۔

گر نہ باشد بدست راہ بُردن شرط عشق است در طلب مُردن

اگر آدمی کو دوست تک پہنچنے کا راستہ نہ ملے تب بھی عاشق صادق کا کام یہ ہے کہ اس راستہ کی تلاش میں لگا رہے اور اس کی طلب میں جان دے دے جب تک کہ انسان اپنی جان تک دینے کے واسطے تیار نہیں ہو جاتا وہ سچا عاشق اور طالب صادق نہیں کہلا سکتا انسان کا کام ہے کہ وفاداری اختیار کرے۔ مقصد حاصل ہو یا نہ ہو اس کی پروانہ کرے اپنی طرف سے برابر طلب میں لگا رہے۔

**(۱۵) ہر حالت میں گزر ہو جاتی ہے:** ’’شب تنور گزشت و شب سمور گزشت‘‘ سردیوں کی راتیں کسی

نے تنور کے پاس بیٹھ کر اور آگ تاپ کر گزار دیں۔ جیسا کہ غرباء کا حال ہوتا ہے اور کسی نے پوستین اور سمور پہن کر اپنے آپ کو گرم رکھا دونوں کی رات گزر ہی جاتی ہے اور وقت نکل جاتا ہے۔

یہ کلمات حضور (......) اس وقت فرمایا کرتے تھے جب آپ دنیا کی بے ثباتی اور دنیا کی اشیاء اور اموال میں کم تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے اور تاکید فرماتے تھے کہ دنیا کی زندگی تو جس طرح بھی ہو گزر جائے گی عاقبت کی فکر کرنی چاہیئے جو ہمیشہ کے لئے ہے۔

**(۱۶) خداداری:** حضرت مسیح موعود (......) فرمایا کرتے ''خداداری چہ غم داری''

یعنی جب خدا ہے تو پھر غم کس بات کا ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے ماتحت اور اس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے لیتا ہے اس کے دیئے ہوئے کو کوئی چھین نہیں سکتا اور اس کے نہ دینے پر کوئی دے نہیں سکتا جب انسان خدا کا ہو جائے تو پھر وہ تمام غموں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

**(۱۷) دعا سے کرامت:** فرمایا کرتے ''سب کرامتوں کی اصل جڑ دعا ہے'' دعا ہی کے ذریعہ خارق عادت کام ہوتے ہیں اور دعا ہی کے ذریعہ نشانات اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔

فرماتے۔ ایک دفعہ مجھے خیال آیا کہ بخل تو جائز نہیں انسان کو نہیں چاہیئے کہ کسی بات پر بخل کرے لیکن اگر بالفرض بخل جائز ہوتا تو میں کسی چیز پر بخل کرتا۔ تب میں نے بہت غور کیا دنیا کی کوئی شے مجھے ایسی محبوب نہ معلوم ہوئی جس پر بخل کرنا میں روا رکھتا۔ نہ کوئی مال نہ کوئی دولت اور نہ کوئی نسخہ لیکن میں نے سوچا کہ دعا ایک ایسی نعمت ہے اور اس کے برکات اور فیوض اور اس کی طاقت ایسی اعلیٰ ہے اور یہ ایک ایسا قیمتی نسخہ ہے کہ اگر بخل جائز ہوتا تو میں اس بات کے بتلانے میں بخل کرتا کہ دعا کے ذریعہ ہر ایک مشکل حل ہو جاتی ہے اور ہر ایک نعمت اور برکت حاصل ہو سکتی ہے۔

**(۱۸) عاقبت اندیشی:** فرماتے۔ مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست۔ جو مرد عاقبت اندیشی کرتا ہے اور آئندہ کے واسطے توشہ جمع کرتا ہے صرف موجودہ حالت پر نگاہ نہیں رکھتا بلکہ اپنی آئندہ کی ضرورتوں کو سوچتا ہے وہ مبارک انسان ہے اللہ تعالیٰ اسے برکت دے گا اور وہ دنیا کے آرام اور اموال کی نسبت بہت زیادہ راحت اور رحمت حاصل کرے گا۔

**(۱۹) استقامت:** حضرت مسیح موعود (......) یہ فقرہ بھی اکثر استعمال فرماتے کہ ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ''

استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے کہ جب انسان ایک نیکی کو اختیار کرے تو پھر اس پر قائم رہے کسی نقصان کا خوف یا کسی کی مخالفت کا ڈر اسے اس نیکی کے کرنے اور جاری رکھنے سے روک نہ سکے۔

**(۲۰) مخفی حالت:** ''خبث نفس نگردد بسالہا معلوم'' یہ کلمہ حضور (......) ایسے موقعہ پر استعمال فرمایا کرتے جب کسی ایسے منافق یا کمزور کا ذکر ہوتا جس کا عیب اور مخفی عادتیں سالہا تک ظاہر نہ ہوں مگر بالآخر وہ نمودار ہو جائیں پبلک اس

کے اصلی رنگ سے اس کی منافقت کی وجہ سے بے خبر رہے مگر اس کے نفس کا خبث بالآخر اپنا آپ دکھائے۔

**(۲۱) درد چاہیئے:** فرمایا کرتے ''اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست'' اے خواجہ طبیب تو اب بھی موجود ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ کسی میں اتنا درد نہیں کہ وہ طبیب کی طبابت سے فائدہ اٹھا سکے جب انسان میں صدق اور اخلاص ہو تو اس کے واسطے روحانیت میں ترقی کرنے کا ہمیشہ موقعہ موجود ہوتا ہے لوگ اپنی اندرونی کمزوری ایمان کے سبب محروم رہ جاتے ہیں ورنہ خدا رسیدگی کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے کوئی ایسا وقت نہیں کہ انسان اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترقی اور حصول مدارج کے سامان ہمیشہ موجود ہیں انسان کو چاہیئے کہ وہ غفلت میں نہ پڑے اور معرفت اور یقین کے ساتھ آگے بڑھے۔

**(۲۲) خاکساری:** فرمایا کرتے تھے:۔''خاک شو پیش ازاں کہ خاک شوی''

خاک ہونے سے پہلے خاک ہو جا۔ آخر انسان نے مر کر مٹی میں مل جانا ہے۔ چاہیئے کہ زندگی میں ہی انسان خاکساری اختیار کرے۔ عاجزی اور انکساری کے ساتھ زندگی بسر کرے اور تکبر اور رعونت اور بڑائی ترک کر دے۔

**(۲۳) کلید ترقیات:** فرمایا کرتے:۔''استغفار کلید ترقیات روحانی ہے''

اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور اس سے پردہ پوشی چاہنا روحانیت میں ترقی کرنے کی چابی ہے غفر کے معنے ہیں ڈھانک دینا۔ جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کرتا ہے کہ انسان کے سب گناہ چھپ جاتے ہیں اور ان کے عواقب سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے عموماً حضرت مسیح موعود (......) استغفار کے واسطے یہ کلمہ سکھاتے تھے۔

''استغفراللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ''

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے پردہ پوشی چاہتا ہوں۔ جو میرا رب ہے کہ تمام گناہوں سے میں بچ جاؤں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ انسان اپنی زبان میں خدا تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں اور مٹائے جائیں اور ان کے نتیجۂ عذاب سے اسے بچایا جائے واللہ غفور الرحیم

بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کو جو اس جلسہ میں شامل ہیں۔ اور وہ جن کے دل میں شمولیت جلسہ کے واسطے تڑپ ہے مگر کسی مجبوری، بیماری یا دوری کے سبب سے شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود (......) کے اقوال و احکام پر عمل کر کے اپنی رضامندیوں کے حصول کی توفیق دے۔ جلسہ کی برکات اور رحمتوں سے مالا مال کرے۔ اللہ کریم اپنے رحم سے ہماری پردہ پوشی فرمائے۔ ہمارے گناہ بخشے اور ہر شر اور دکھ اور فساد سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

(روزنامہ الفضل قادیان ۷۔۸ جنوری ۱۹۳۶ء)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

# اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر و اطمینان

## ضروریات کی تعریف — اور قناعت

تحریر: مکرم میاں عبدالقیوم صاحب ایم-اے راولپنڈی

موجودہ زمانہ کی سائنسی اور ٹیکنیکی ایجادات نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا ہے- دوسو سال قبل کی دنیا کا اگر آج کی دنیا سے مقابلہ وموازنہ کیا جائے تو موجودہ دنیا بالکل ایک نئی دنیا نظر آتی ہے- خاص طور پر مادی لحاظ سے تو حیرت انگیز انقلاب آچکا ہے- عقل کو خیرہ کرنے والی نت نئی ایجادات اور آسائشیں منظر عام پر آرہی ہیں- نہ وہ گھر ہیں، نہ بوڑھیاں ہیں، نہ وہ مشروب ہیں، نہ وہ کھانے ہیں، نہ وہ لباس ہیں، نہ وہ تفریحات ہیں اور نہ وہ فنون ہیں- الغرض مادی لحاظ سے تو یہ دنیا بہت ہی بدل چکی ہے- آج کا عام مزدور ان آسائشوں سے متمتع ہو رہا ہے جن کا پہلے زمانہ میں بڑے بڑے امراء اور رؤساء تصور بھی نہ کر سکتے تھے-

اب سوال یہ ہے کہ کیا ان نعمتوں اور آسائشوں کی وجہ سے انسان اسی نسبت سے زیادہ پُرسکون اور مطمئن بھی ہو گیا ہے؟ اس کے جواب میں ہم حیرت سے دیکھتے ہیں کہ زیادہ پرسکون اور مطمئن ہونے کی بجائے انسان تو پہلے سے بھی زیادہ پریشان اور بے چین ہو گیا ہے- اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جہاں جہاں یہ مادی آسائشیں زیادہ میسر ہیں وہیں بے اطمینانی اور بے چینی بھی زیادہ ہے- اس وقت سب سے زیادہ امیر ملک جس کے افراد کے پاس زیادہ آسانیاں اور نعمتیں ہیں وہیں بے چینی بھی سب سے زیادہ ہے- امریکہ میں خودکشی کی شرح بہت زیادہ ہے- وہاں گھریلو تشدد سب سے زیادہ ہے- قتل و غارت سب سے زیادہ ہے- بچوں کی بہت بڑی تعداد ماں باپ کی شفقت سے محروم ہے- اس طرح بہت سے ماں باپ اولاد کی خدمت اور محبت سے محروم ہیں- مادی دنیا کے حصول کے لئے وہاں کے لوگ ایک مشین بن گئے ہیں- قلوب و اذہان میں ایک کشمکش اور آگ سی لگی ہوئی ہے جس کی وجہ سے ذہنی بیماریوں نے کثیر حصہ آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے- صرف ان بیماریوں کے علاج پر اربوں ڈالر خرچ ہو رہے ہیں- اور مزید دکھ یہ ہے کہ امریکہ کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک کا حال بھی اسی قسم کا ہوتا چلا جا رہا ہے- اور ہر قسم کی اصلاحی کوششیں ناکام ہو رہی ہیں-

ادھر ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید انسانی مشکلات اور مسائل کا ہر وقت بہترین حل پیش کرتا ہے- سو قرآن مجید کو جب غور سے دیکھا گیا تو اس میں یہ تعلیم نظر آئی:-

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (طٰہٰ-۱۳۲)

• اے انسان تو اپنی آنکھیں پھیلا پھیلا کر یعنی کھول کھول کر دوسرے لوگوں کے اموال و اسباب پر نہ ڈال۔ وہ تو اس دنیا کی خوبصورتی کی اشیاء ہیں۔ ان کو یہ زینت کی چیزیں اس لئے دی گئی ہیں کہ ہم ان کا امتحان لیں۔ اور وہ عطا جو تیرے رب نے تجھے دی ہے وہ تیرے لئے بہتر اور قائم رہنے والی ہے۔

یہاں قرآن مجید تمام بنی آدم کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مال و متاع کو حرص اور لالچ سے ہرگز نہ دیکھیں۔ بلکہ ان پر صرف سرسری نگاہ سے گذر جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اے انسان تو اپنی ان نعمتوں پر قناعت کر جو خدا نے تجھے عنایت کر رکھی ہیں کیونکہ اس کے نزدیک یہی نعمتیں تیرے مناسب حال اور خوشی اور سکون کا موجب ہیں۔

اس مضمون کو قرآن مجید اور جگہ اس طرح بیان فرماتا ہے

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْماً۔

(النسآء آیت ۳۳)

کہ تم ان چیزوں کی ہرگز خواہش نہ کرو جن سے اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض (دوسروں) پر فضیلت دی ہے۔ جو کچھ مردوں نے کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا اس میں سے ان کا حصہ ہے اور تم اللہ (ہی) سے اس کے فضل کا حصہ مانگو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جانتا ہے۔"

ان آیات میں ایک بات خاص طور پر نوٹ کرنے والی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ تعلیم خداوندی محض نصیحت کے رنگ میں نہیں ہے بلکہ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ وہ کسی صورت میں دوسروں کے مال و متاع پر ہرگز نظر نہ رکھیں۔ اگر کوئی انسان اس حکمِ الٰہی کی اطاعت نہیں کرتا تو اس کا سکون قلب تو جاتا ہی رہے گا وہ خدا کی نافرمانی کا بھی مرتکب ہوگا۔

ان نعمتوں اور مال و منال کے حصول کے سلسلہ میں انسان ایک بات اکثر بھول جاتا ہے کہ اسے علم نہیں کہ کون سی نعمت اور کون سا مال و متاع اس کے لئے فائدہ مند اور خوشی کا موجب ہوگا وجہ یہ کہ اسے علم غیب حاصل نہیں جو صرف خدا کے پاس ہے۔ درحقیقت یہ خدا کی ہستی ہی ہے جو جانتی ہے کہ کون سی نعمت کس وقت کسی انسان کے لئے اس کی خوشی اور سکون کا موجب ہوگی۔ ہمارے سامنے اس کشتی کی مثال خوب ہے جس میں خدا کے ایک ذی علم بندہ نے سوراخ کر دیا تھا۔ اگر وہ سوراخ نہ کرتے تو یہ کشتی بوجہ بے عیب ہونے کے بادشاہ کے قبضہ میں چلی جاتی اور اصل مالکان جو مسکین لوگ تھے' کے قبضہ سے نکل جاتی۔ اب یہ عیب دار کشتی ہی ان مساکین کے لئے رزق خیر اور باقی رہنے والی عطائے ربانی بن گئی تھی۔

پھر ان آیات میں ہر مرد اور ہر عورت کو علیحدہ علیحدہ بھی مخاطب کیا گیا ہے اور افراد اور قومیں بھی مخاطب ہیں۔ مرد اپنی ظاہری شان و شوکت نوکر چاکر، کار ہوائی جہاز اور کیش وغیرہ میں دوسرے مردوں کو حرص اور لالچ کی نیت سے دیکھتے ہیں۔ تو عورتیں، زیور، لباس، گھر، گھریلو سامان اور خاندان وغیرہ چیزوں میں دوسری عورتوں کے انہیں سامانوں کو حرص اور مقابلہ کی نیت سے دیکھتی ہیں۔ اور یہی حال پھر خاندانوں اور قوموں کا ہو جاتا ہے۔ پھر ان سامانوں کی کبھی کوئی آخری

حد نہیں رہی ہے- وہ بہتر سے بہتر تیار ہو کر منظر عام پر آ تا رہتا ہے اور مل بھی سکتا ہے- مہنگا سے مہنگا مل سکتا ہے، قیمتی سے قیمتی اور نئے سے نیا مل سکتا ہے- اس لئے بہتر کے حصول کی خواہش نہ کبھی مٹی ہے اور نہ مٹ سکتی ہے پھر نہ ہی بجھتی ہے اور نہ ہی بجھ سکتی ہے نتیجۃً ایک آگ سی سلگتی رہتی ہے اور خرمنِ امن وسکون کو برباد کرتی رہتی ہے-

ان آیات سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب دوسروں کے مال ومتاع کو حرص سے دیکھنا منع ہے تو انہیں قرض پر حاصل کرنا اور بھی ناجائز ہے- یورپ وامریکہ میں خاص طور پر اور باقی ممالک میں کہیں کہیں ایک منظم طریقے پر یہ سامان قرض پر حاصل کیا جاسکتا ہے- ان اشیاء کی قیمت بڑھا چڑھا کر مقروض کے نام لکھوائی جاتی ہے- پھر یہ رقم جو کافی بڑی ہوتی ہے- ماہانہ اقساط میں واپس کی جاتی ہے- یہ اقساط پھر سالہا سال تک بھی چلتی چلی جاتی ہیں- اس میں شک نہیں کہ مطلوبہ سامان تو پہلے مل جاتا ہے لیکن خود انسان تو بک جاتا ہے اس عرصہ میں جو سامان اس نے قرض پر حاصل کیا ہوتا ہے وہ پرانا ہوتا جاتا ہے- اسے پھر سے نئے کی خواہش ستانا شروع کر دیتی ہے- یہ انسان اسی طرح آخری سانس تک یا ایک لمبی مدت کے لئے مقروض رہتا ہے اور مالی طور پر غلام بن جاتا ہے- پھر یہی مالی غلامی اس کا سکون چھین لیتی ہے-

اب رہا سوال اس فطرتی خواہش کا- جس میں کہ انسان ہر بات میں استباق فی الخیر یعنی خیر میں آگے بڑھتا اور بہتر سے بہتر ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے قرآن مجید مختلف اصول وضع کرتا اور ہدایات دیتا ہے- ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراہیم آیت:۸) اگر تم ان نعمتوں پر جو خدا نے تمہیں عطا کر رکھی ہیں- خدا کا شکر کرو گے اور ان کی صحیح قدر کرو گے تو خدا انہیں ضرور بڑھائے گا اور زیادہ کرتا چلا جائے گا- یہ وہ یقینی ذریعہ ہے جس پر زمین وآسمان کے خالق ومالک کی مہر ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں زمین وآسمان کے تمام خزائن ہیں- ان خزائن کے حصول کے لئے دنیا مختلف جائز وناجائز جتن کرتی ہے- لیکن کاش! آزمانے والے یہ قرآنی نسخہ بھی آزما کر دیکھیں اور پھر خدا کے حقیقی فضلوں کا مشاہدہ کریں-

''ضروریات'' زندگی کے حصول کے سلسلہ میں ہی لوگوں نے لفظ ''ضروریات'' کی نئی نئی تعریفیں نکالی ہیں- ان کے نزدیک عیش وعشرت کے وہ تمام سامان جو نظر آتے ہیں وہ ''ضروریات'' میں شامل ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ذرائع اور اسباب جن کے بغیر انسانی قویٰ اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتے صرف وہ ہی ''ضروریات'' میں شامل ہیں- اب کھانا پینا- لباس اور گھر وغیرہ بے شک بنیادی ضروریات ہیں- لیکن قرآن مجید ہرگز یہ نہیں کہتا کہ ہر وقت اعلیٰ درجہ کی مرغن اور متنوع غذائیں ہی ضروریات ہیں- یہی حال لباس کا ہے لباس انسانی بنیادی ضرورت تو ہے لیکن اعلیٰ اور قیمتی لباس اور اس کے بہت سے استعمال میں نہ آنے والے بے مصرف جوڑے تو ''ضرورت'' نہیں- گھر ضرورت ہے لیکن بڑے بڑے محلات اور عالیشان عمارتیں تو ''ضرورت'' نہیں- لوگوں کے ''دکھاوے'' کے لئے تو کوئی چیز بھی ''ضرورت'' نہیں- شادی بیاہ پر واجبی اخراجات ضروری ہیں لیکن مختلف نام سے بہت سی دعوتیں اور ان میں درجنوں کھانے- زیور کی بھرمار، قیمتی لباس کے

(باقی ۴۴ صفحہ پر)

(قسط دوم - آخری)

## راہِ حق میں جان قربان کرنے والے جوان، صالح

# حضرت مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب ............

تحریر: مکرم سید میر مسعود احمد صاحب

(تسلسل کے لئے ملاحظہ فرماویں شمارہ اگست ۲۰۰۱ء)

حضرت مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب مرحوم کے بارہ میں اب دیگر احباب کی تحریرات اور روایات پر مبنی واقعات درج کئے جاتے ہیں سید احمد نور صاحب کابلی بیان کرتے ہیں کہ

''......عبدالرحمٰن خوبصورت نوجوان تھے - میانہ قد، جسم کچھ پتلا، تعلیم یافتہ تھے - آپ کو مولوی کہہ کر پکارا جاتا تھا......عبدالرحمٰن سرکاری ملازم تھے - اس کو ایک سو بیس روپیہ سالانہ سرکار کی طرف سے ملتے تھے - قوم منگل کے معزز خاندان سے تھے'' (قلمی مسودہ صفحہ ۱۲ و ۱۵)

''سید محمود احمد احمدی افغانی جو شگہ صوبہ پکتیا کے رہنے والے ہیں بیان کرتے ہیں کہ مولوی عبدالرحمٰن خانصاحب کا آبائی وطن قریہ کندر خیل غتمہ ونہ سید کرم تھا - یہ بستی شہر گردیز کے متصل ہے جو آ کل صوبہ پکتیا کا ہیڈ کوارٹر ہے - مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا قبیلہ احمد زئی تھا'' (تاریخ احمدیت افغانستان بہ زبان پشتو)

**ڈیورنڈ لائن کا معاہدہ:** ۱۸۹۳ء میں امیر عبدالرحمٰن خان اور انگریزوں کے درمیان افغانستان اور برٹش انڈیا کی سرحدات کا معاہدہ کابل میں طے پا گیا تھا - جس میں دونوں فریق ان علاقوں کی تقسیم پر راضی ہو گئے تھے جو معاہدہ کے مطابق ان کے حصہ میں آئی تھیں - اس معاہدہ کے لئے سر مارٹیمر ڈیورنڈ نے کابل کا سفر کیا اور امیر عبدالرحمٰن خان سے مل کر معاہدہ کی تمام تفصیلات طے کر لیں - اس سے اگلے سال ۱۸۹۴ء میں اس معاہدہ کے مطابق دونوں حکومتوں کے نمائندگان نے سرحد کی نشان دہی کی - اس غرض کے لئے ایک کمیشن کا قیام کیا گیا جس کی نمائندگی انگریزوں کی طرف سر مارٹیمر ڈیورنڈ، صاحبزادہ سر عبدالقیوم خان آف ٹوپی صوبہ سرحد، مسٹر جے ایس ڈانلڈ سی آئی ای آفیسر آن سپیشل ڈیوٹی، کمشنر صاحب پشاور ڈویژن اور بعض دیگر افسران نے کی -

افغانستان کی طرف سے جب بنوں، کوہاٹ، ٹل، پارہ چنار، کرم اور پیواڑ کوتل کے علاقہ کی نشاندہی کی گئی تو خوست کے گورنر سردار شیریں دل خان اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف ......نمائندہ مقرر ہوئے -

پشاور میوزیم میں ایسا ریکارڈ موجود ہے جس سے اس کام میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی شرکت ثابت ہوتی ہے - تاریخ احمدیت جلد ۳ میں ایسے تین خطوط کی نقل موجود ہے - ان میں سے ایک خط سردار شیریں دل خان گورنر خوست کا ہے

جس کی تاریخ ۱۸؍جون ۱۸۹۴ء ہے۔ دوسرا خط مسٹر جے ایس ڈانلڈ کا ہے جو کمشنر پشاور ڈویژن کے نام ہے۔ اس کی تاریخ ۲۸؍جولائی ۱۸۹۴ء ہے۔ تیسرا خط بھی مسٹر ڈانلڈ کا ہے اور وہ بھی پشاور ڈویژن کے کمشنر کے نام ہے۔ اور اس کی تاریخ ۲۴؍ستمبر ۱۸۹۴ء ہے۔ ان تینوں خطوط میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کا ذکر موجود ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷)

ڈیورنڈ لائن کی حد بندی کا سید احمد نور صاحب نے بھی ذکر کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میں اس زمانہ میں صاحبزادہ صاحب کے پاس چلا گیا تھا اور ان سے سبق پڑھتا تھا۔ خوست، ٹل، دوڑ کی سرحد بندی کے بعد آپ پیواڑ کوتل اور پاڑہ چنار کے علاقہ میں پہنچے۔ اس دوران ٹل کے مقام پر ایک شخص نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب حضرت صاحبزادہ صاحب کو دی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا۔ یہ کتاب میرے سامنے نہیں دی گئی تھی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب یہ کتاب لے کر اپنے گاؤں سیدگاہ آئے اور بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس کی ہمیں انتظار تھی۔ اس کتاب کے اندر سب باتیں بالکل سچ ہیں ہمارے ساتھ اس وقت...... مولوی عبدالرحمٰن، بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی یہ باتیں سنیں۔ مولوی عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں جاؤں گا اور پتہ لاؤں گا۔ اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولوی عبدالرحمٰن کو قادیان بھیج دیا اور تاکید کی کہ پوری تفتیش کرواور پتہ لے کر آؤ۔ (ملخص از قلمی مسودہ صفحہ ۱۲ تا ۱۴)

چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب قادیان گئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملے اور چند ماہ بعد خوست واپس گئے۔ اور حضرت صاحبزدہ کو تمام حالات سنائے اور حضور کی جو کتب وہ قادیان سے لے گئے تھے حضرت صاحبزادہ صاحب کو دیں۔ اس کے بعد مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب متعدد بار قادیان آئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور حضور علیہ السلام نے ان کو اپنے تین سو تیرہ (رفقاء) میں شامل فرمایا:

(ملخص از رسالہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ و تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۶، ۴۷ و قلمی مسودہ روایات و تاریخ احمدیت افغانستان مصنفہ سید محمود احمد افغانی بزبان پشتو)

## مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کی قادیان آمد:

(۱) حضرت ملک غلام حسین صاحب رہتاسی...... کارکن لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایت ہے کہ:

''مولوی عبدالرحمٰن صاحب...... افغانستان سے آئے۔ حضورؑ سے ملاقات کرنی چاہی۔ کسی شخص نے ان کو بتایا کہ میاں غلام حسین صاحب ملاقات کروا دیں گے ان کو کہیں۔ چنانچہ وہ مجھے ملے۔ میں نے انہیں کھانا کھلایا۔ اس وقت ایک بجے کا وقت تھا۔ میں اندر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کسی لڑکے نے ایک کھڑکی کھولی۔ میں نے عرض کیا: حضرت جی! اس پر حضورؑ نے فرمایا: ''جی'' میں نے عرض کیا کہ ایک صاحب کابل

سے آئے ہیں ان کا نام عبدالرحمن ہے حضور کو ملنا چاہتے ہیں۔ فرمایا ابھی ......... مل لیں گے۔ میں نے عرض کیا حضور وہ الگ ملنا چاہتے ہیں۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ کر فرمایا کہ جاؤ انہیں بلا لو۔ میں ان کو اندر لے گیا۔ وہ ڈرتے ڈرتے اندر گئے ان کے ساتھ ایک بڑا سردا، کچھ بادام، کچھ چلغوزے اور کچھ اور میوہ جات تھے وہ انہوں نے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ حضور اس وقت ایک تخت پوش پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا مولوی صاحب اتنی تکلیف آپ نے کیوں کی۔ آپ کو تو بہت فاصلہ سے یہ چیزیں اٹھانی پڑی ہوں گی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! ہرگز کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ میں تو بڑی خوشی سے آیا ہوں۔ ریل گاڑی پر بھی کم ہی سوار ہوا ہوں۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب چائے پئیں گے یا شربت؟ انہوں نے کہا کہ حضور اس وقت میں کھانا کھا چکا ہوں، آپ تکلیف نہ کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں تکلیف بالکل نہیں۔ پھر مجھے فرمایا میاں غلام حسین ان کو شربت پلاؤ۔ میں اندر گیا، حضرت (اماں جان) سے عرض کی۔ انہوں نے فرمایا اس وقت ٹھنڈا پانی نہیں ہے۔ بڑی مسجد کے کنوئیں سے لے آئیں۔ میں نے پانی لا کر دیا۔ حضرت (اماں جان) نے شربت بنا کر مجھے دیا۔ میں نے باہر آ کر مولوی صاحب کو پیش کیا۔ انہوں نے ایک گلاس پیا تو حضور نے فرمایا اور پئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک گلاس اور پی لیا۔ کچھ شربت بچ گیا تھا، میں نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آپ بھی لیں۔ فرمایا نہیں لے جاؤ۔

حضرت صاحب نے بعد میں مجھے فرمایا کہ یہ بہت دور سے آئے ہیں ان کے لئے کھانا الگ تیار کیا کرو اور اچھا کھانا ان کو کھلایا کرو۔ مولوی صاحب قریباً دو ماہ قادیان رہے۔ میں ان کے لئے ایک وقت پلاؤ پکایا کرتا تھا۔ میں نے ان کی خوب اچھی خاطر مدارات کی۔ مولوی صاحب مجھ سے بہت خوش تھے اور حضرت صاحب بھی ان کی خاطر کی وجہ سے مجھ پر بہت خوش تھے پھر مولوی صاحب واپس چلے گئے''

(رجسٹر روایات.... جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۵، ۳۲۶)

(۲) ملک غلام حسین رہتاسی کی ایک اور روایت ہے کہ:

''مولوی عبدالرحمن خان صاحب کابلی قریباً چھ ماہ یا ایک برس کے بعد پھر قادیان تشریف لائے۔ اس دفعہ بھی حضور کے لئے بہت سی چیزیں لائے۔ ان میں ایک پوستین بھی تھی۔ میں نے ان کے آنے کی حضورؑ کو اطلاع کی۔ حضرت صاحب نے انہیں اندر ہی بلا لیا۔ انہوں نے وہ چیزیں اور پوستین حضور کی خدمت میں پیش کیں۔

حضرت صاحب نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے بہت تکلیف کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! یہ پوستین حضور کی خاطر لایا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ حضور میرے سامنے پہنیں۔ حضرت صاحب کھڑے ہو گئے اور وہ پوستین پہنی وہ حضور کے ٹخنوں تک آتی تھی۔

شام کے کھانے کے دوران خواجہ کمال الدین صاحب نے عرض کی کہ حضور! مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک پوستین لائے ہیں بڑا قیمتی اور گرم ہے اور نہایت اعلیٰ درجہ کی تیار ہوئی ہے۔ حضور نے فرمایا: ''خواجہ صاحب! آپ کو بہت پسند ہے۔ آپ ہی لے لیں۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا حضور بڑی مہربانی ہوگی۔ چنانچہ حضور نے وہ پوستین خواجہ صاحب کو دے دی'' (رجسٹر روایات ...... جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۶۔۳۲۷)

(۳) محمد رحیم الدین صاحب احمدی، ...... متوطن حبیب والا ضلع بجنور، یو۔پی۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ ماہ اگست ۱۸۹۶ء میں قادیان حاضر ہو کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ایک ہفتہ قادیان میں قیام کیا تھا۔ ان دنوں میں مولوی عبدالرحمٰن کابلی بھی قادیان آئے تھے اور حضور کے واسطے ایک جوڑا جوتا جو کامدار اور قیمتی تھا لائے تھے۔

محمد رحیم الدین صاحب نے احباب سے ان کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں تو انہیں بتایا گیا کہ یہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہیں جو کابل سے آئے ہیں۔ (رجسٹر روایات ...... جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۶، ۳۲۷)

(۴) اگست ۱۸۹۷ء میں عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک جھوٹا فوجداری مقدمہ کیا اور یہ شکایت کی کہ مرزا صاحب نے مجھے قتل کرنے کے لئے ایک آدمی بھجوایا ہے۔ اس موقعہ پر آریہ سماج کے لیڈر لالہ رام بھج دت اور پنجاب کے اہل حدیث کے لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے عیسائیوں سے تعاون کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ حضور کو سزا دلوائیں۔ لالہ جی نے پادری صاحب کی پیروی خود خواہش کر کے مفت کی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے رضاکارانہ طور پر عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں بیان دینے پر کمر باندھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام اِنِّی مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ کے مطابق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ذلت کا سامان کمرہ عدالت میں ہی کر دیا۔ جونہی مولوی محمد حسین صاحب کمرہ عدالت میں داخل ہوئے تو انہوں نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر ولیم مانٹیگو ڈگلس سے اپنے بیٹھنے کے لئے کرسی کا مطالبہ کیا جسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے منظور نہ کیا۔ لیکن مولوی صاحب نے اصرار کیا۔ اس پر ڈگلس صاحب نے مولوی صاحب کو اونچی آواز میں نہایت سخت الفاظ میں ڈانٹ پلائی۔ اس وقت عدالت میں اور اس کے کمرہ کے باہر بہت احمدی احباب اور دیگر لوگ موجود تھے جنہوں نے یہ توہین آمیز الفاظ سنے اور مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت کے بارہ میں پیشگوئی کے پورا ہونے کے گواہ بن گئے۔

اس موقعہ پر منجملہ اور احمدی احباب کے مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کابلی بھی عدالت کے باہر موجود تھے۔ اخبار الحکم میں اس کا ذکر ہے اور دیگر احباب کے ناموں کے ساتھ جو اس موقعہ پر موجود تھے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کا نام بھی اخبار میں درج ہے۔ (اخبار الحکم ۲ر مارچ ۱۸۹۸ء و کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۹، ۳۰)

(۵) اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۹ر مئی ۱۸۹۹ء میں ایک فہرست ان احباب کی شائع ہوئی ہے۔ جنہوں نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس کی تعمیر کے لئے چندہ دیا تھا۔ اس فہرست میں ایک نام اس طرح درج ہے ''میاں عبدالرحمٰن

صاحب کابلی'' اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولوی عبدالرحمن خان صاحب ۱۸۹۹ء میں بھی قادیان آئے تھے۔
(اخبار الحکم ۱۹ رمئی ۱۸۹۹ء)

(۶) جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد تحریر کرتے ہیں کہ:
''آخری دفعہ مولوی عبدالرحمن خان صاحب دسمبر ۱۹۰۰ء میں قادیان آئے اور واپسی پر براہ پشاور افغانستان گئے۔ قیام پشاور کے دوران جناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل کے بالا خانہ پر بیرونی کابلی دروازہ رہائش رکھی اور کچھ عرصہ قیام کر کے وطن روانہ ہوئے۔ ان دنوں میں سرحدی علاقوں کے قبائلی جہاد کے نام پر بے گناہ انگریزوں کو جو سرحد میں مختلف مقامات پر رہائش رکھتے تھے ان کے ناحق قتل وخون میں مصروف رہتے اور اپنے آپ کو غازی قرار دیتے تھے۔ یہ حالات دیکھ کر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رسالہ لکھ کر شائع فرمایا تھا جس میں اسلامی تعلیم کی رو سے جہاد کی حقیقت واضح کی گئی تھی اور مسلمانوں کو غلط قسم کے جہاد بالسیف سے منع کیا گیا تھا۔

اسی طرح انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض احمدی علماء نے بھی اس قسم کے قتل وغارت کو غلط اور ناجائز قرار دیا تھا۔ اور اپنے موقف کی اشاعت کے لئے فتاویٰ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں چھوٹے چھوٹے رسالوں کی صورت میں چھاپ کر انہیں قبائلی علاقوں میں تقسیم کروانے کا انتظام کیا تھا۔

مولوی عبدالرحمن خان صاحب افغانستان جاتے ہوئے یہ رسائل اور پمفلٹ اپنے ساتھ لے گئے اور افغانستان جا کر ان کو وہاں پر تقسیم کیا اور وہاں کے علماء سے بھی اس زمانہ میں جہاد بالسیف کے بارہ میں گفتگو کی۔ اس کی رپورٹ امیر عبدالرحمن کو کی گئی۔ اس نے مولوی عبدالرحمن خان کو بلا کر بیان لیا اور پھر ان کو جیل میں ڈال دیا اور مولوی صاحب کے عقائد اور ان کتابوں کے مضمون کو اپنے خیالات کے خلاف پا کر ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب کو جیل میں ہی دم بند کر کے شہید کر دیا گیا''
(ملخص از رسالہ عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۱، ۳۲ مصنفہ قاضی محمد یوسف صاحب ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء)

(۷) سید محمود احمد افغانی آف شگہ صوبہ پکتیا کی تحقیق کے مطابق حضرت مولوی عبدالرحمن خان صاحب کی شہادت ۲۰ر جون ۱۹۰۱ء کو ہوئی۔

(۸) مولوی عبدالرحمن خان صاحب کی شہادت کے بارہ میں سید احمد نور بیان کرتے ہیں:۔
''امیر عبدالرحمن کے پاس کسی نے رپورٹ کی کہ مولوی عبدالرحمن جو منگل قوم کے ہیں اور جو آپ سے دوسو چالیس روپیہ پاتے ہیں کسی غیر ملک میں چلے گئے ہیں۔ امیر عبدالرحمن خان کی طرف سے گورنر خوست کے نام حکم نامہ پہنچا کہ مولوی عبدالرحمن کو گرفتار کیا جاوے۔

گورنر نے...... مرحوم کو اطلاع دی کہ ایسا حکم امیر کی طرف سے آیا ہے۔ جب مولوی عبدالرحمن کو معلوم ہوا تو وہ چھپ گئے۔ اس کے بعد دوبارہ حکم ہوا کہ اس کا مال واسباب ضبط کیا جائے اور اس کے تمام

اہل و عیال کو یہاں بھیج دیا جائے- جب مال و اسباب ضبط ہو گیا اور اہل و عیال کو کابل بھیجا گیا تو عبدالرحمٰن...... خود امیر کے پاس چلا گیا- امیر نے پوچھا کہ تم غیر علاقہ میں کیوں گئے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ سرکار کی خدمت کے لئے قادیان گیا اور جس شخص نے دعوی مسیحیت کا کیا ہے اس کی کتابیں اپنے ساتھ لایا ہوں- امیر نے ان سے کتابیں لے کر ان کو قید میں بھیج دیا- اس کے بعد کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں گئے اور کیا حال ان کا ہوا یا اندر ہی غائب ہو گئے- اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اور افواہ اس کی یہ ہے کہ ان کے منہ پر تکیہ رکھ کر ان کا سانس بند کر کے مار دیا گیا'' (چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۵،۴)

سید احمد نور نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ڈیڑھ دو ماہ قید خانہ میں رہے اور پھر قید خانہ میں ہی شہید کر دیئے گئے- (قلمی مسودہ صفحہ ۱۶)

---

(بقیہ از صفحہ ۱۸)

درجنوں جوڑے وغیرہ ضرورت نہیں- دلہن کے لئے چند گھنٹوں استعمال میں آنے والا ہزاروں روپے کا جوڑا ہرگز ضرورت نہیں یہ تو اسراف ہے- یہ تو دکھاوا ہے جسے خدا نے قرآن مجید میں ریا کے لفظ سے یاد کیا ہے اور قرآن مجید میں ریا کاروں پر خدا کی سخت ناراضگی آئی ہے-

الغرض انسانی معاشرہ میں ذہنی وقلبی سکون کے لئے ذکر الٰہی کے ساتھ قناعت کی اشد ضرورت ہے- اور وہ انعامات جو خدا نے پہلے سے دے رکھے ہیں ان پر خدا کا شکر بھی بہت ضروری ہے- اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی قدر کی جائے اور ان سے بہترین استفادہ کیا جائے- اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے **تحریک جدید** کی سکیم جاری کر کے اپنی جماعت پر احسان عظیم کیا ہے- دکھاوے اور جھوٹی عزت کے تمام کام انسان کے اندر ایک نہ بجھنے والی آگ لگا دیتے ہیں- خدا کرے ہم سب قرآن مجید کی تعلیمات پر صحیح رنگ میں عمل کر کے دونوں جہانوں کی آگ سے نجات پا کر امن و سلامتی کے قلعہ میں آ جائیں- آمین-

## داخلہ معلمین کلاس

وقف جدید انجمن احمدیہ کے تحت نئی معلمین کلاس جنوری ۲۰۰۲ء میں شروع ہو گی- خدمت دین کا شوق اور جذبہ رکھنے والے نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے معلمین کلاس میں داخلہ کے لئے اپنی درخواستیں درج ذیل کوائف پر مشتمل مقامی صدر/امیر صاحب کی تصدیق سے ناظم ارشاد وقف جدید کو ۱۰ر دسمبر تک ارسال فرماویں- مطلوبہ کوائف و شرائط درج ذیل ہیں-

نام، ولدیت، سکونت، عمر، تعلیم، تاریخ بیعت- تعلیم کم از کم میٹرک C گریڈ کے ساتھ سند کی فوٹو کاپی نیز قرآن کریم ناظرہ وصحت تلفظ کے ساتھ پڑھنا آتا ہو اور بنیادی دینی معلومات سے واقفیت ضروری ہے- (ناظم وقف جدید)

# شَاتَانِ تُذْبَحَانِ

## (انتخاب)

آج ہے پیشِ نظر اک وارداتِ خونچکاں
عاشقانِ احمدیت کی شہادت کا بیاں

ہائے کن ہاتھوں سے خُونی داستانیں ہوں رقم
دل پریشاں، ہاتھ میں رعشہ، لرزتا ہے قلم

آج اُن کا ذکر ہے جن کے خلوصِ عشق پر
مُلکِ کابل کی زمیں شاہد رہے گی عمر بھر

یہ زمیں وہ ہے جہاں دو پارسا مارے گئے
حق کی خاطر بے گناہ و بے خطا مارے گئے

خوست[1] میں اِک اُن دنوں رہتا تھا عالم باعمل
متقی و مفتی و پرہیزگار، بے بدل

حاکمِ حُکّامِ دنیا نیک دل و عادل، شریف
باحیا و بے ریا بیدار دل عبداللطیف

احمدیت کی کتب اس کو کسی نے جا کے دیں
ایک کیفیت ہوئی طاری وہ جب اس نے پڑھیں

آنے والا آ گیا جب پھر ہے کس کا انتظار
جب وہ خود مُژدہ سناتا ہے کہ لوگو! ہوشیار

اس نے بھیجا اپنا ایک شاگرد[2] سُوئے قادیاں
تا کہ خود آنکھوں سے آئے دیکھ کر دارالاماں

بعد بیعت کے جو لَوٹا مُلک کو وُہ خوش خصال
اپنے اُستادِ مکرم کو سُنایا سارا حال

خود گیا شاہِ حکومت کو بتانے کے لئے
مہدی موعودؑ کا مُژدہ سُنانے کے لئے

جب بتایا رازِ حق برہم ہوئے سب خرقہ پوش
ان کے خونِ بدنہادی میں ہوا پیدا خروش

قتل کا اس کے دیا فتویٰ امیرِ وقت نے
تا کہ کابل میں کوئی مومن نہ پیدا ہو سکے

گھونٹ کر دم مار ڈالا جلد اس معصوم کو
یہ مِلا انعام امیرِ وقت سے مظلوم کو

ثاقب زیروی

[1] افغانستان کا شہر۔ [2] حضرت مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب۔

# حضرت مسیح موعودؑ کا چیلنج مقابلہ دعا اور ڈاکٹر ڈوئی

## مدعی نبوت ڈوئی کی سوانح مُصنّفہ ''گورڈن لنڈ سے'' کے چند پہلو

تحریر: مکرم عاصم جمالی صاحب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے امریکہ کے مدعی نبوت ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی کے بارے میں پیش گوئی کی جس کے ظہور پذیر ہونے کا امریکہ کے اخبارات نے چرچا کیا۔ یہ پیش گوئی ڈوئی کی امت مسلمہ اور حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کے خلاف دریدہ دہنی کے جواب میں تھی۔ امریکی اخبارات کے چرچے کے باوجود ڈوئی کے سوانح نگاروں نے ڈوئی کے انجام کے بارے میں اس اہم اور مشہورِ عالم حقیقت کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ اس کی طرف مکرم جناب صاحبزادہ مرزا مظفر احمد توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ امریکی اخبارات نے ڈوئی کے بارے میں اس چیلنج کو بھرپور انداز سے بیان کیا اور مقابلہ دعا کی تشہیر کی۔ تاہم بدقسمتی سے ڈوئی کے بارے میں لکھی گئی سوانح عمریوں میں وقت کے تاریخ دانوں نے اس واقعہ کو مکمل طور پر شامل ہی نہیں کیا'' (۱)

اس علمی خیانت کے باوجود ڈوئی کے ایک سوانح نگار گورڈن لنڈ سے "Gordon Lindsy" کی تصنیف "John Alexander Dowie A Life Story of Trials Tragedies and Triumphs" سے اس حقیقت کا اشارۃً تذکرہ نکل ہی آیا ہے۔ گورڈن لکھتا ہے کہ:۔

> ''جان الیگزنڈر ڈوئی کا یہ حیران کن بیان جو اس نے جون ۱۹۰۱ء میں دیا کہ وہ الیاس مُصلح ہے۔ فوری طور پر ساری دنیا میں چیلنج کیا گیا اور مذہبی رہنماؤں کی طرف سے رد کیا گیا۔ سینکڑوں ممبروں سے ڈاکٹر ڈوئی کو مفتری اور مجمع لگا کر دوائیں بیچنے والا عطائی قرار دیا گیا'' (۲)

گوردن لنڈ سے کی اس تحریر سے یہ بات تو سامنے آتی ہے کہ ڈوئی کو چیلنج کیا گیا لیکن یہ چیلنج کرنے والا کون تھا اس کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اسے بھی ایک اور رنگ دے کر ایک عام سی بات بنا کر لکھ دیا ہے کہ ساری دنیا میں چیلنج کیا گیا۔ اور باقی دنیا یا تو بے خبر رہی یا مقابلے پر ہی نہ آئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے ''مسیحاء ۲۰۰۰ بین المذاہب سمپوزیم'' میں اپنے پیغام میں فرمایا:۔

> ''حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے آقا کے خلاف بے بنیاد الزامات کا شدید دکھ تھا۔ جب کہ آپ کے ہم عصروں نے اس بزعمِ خود ''الیاس'' کے تدارک کے لئے کوئی تدبیر بھی نہ کی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ڈوئی کو

دعوت مبارزت دی اور ۱۹۰۲ء میں اپنے ایک پُرزور پیغام کے ذریعہ اسے (ڈوئی کو) مقابلہ کی تجویز پیش کی کہ دونوں میں سے جو کوئی جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے'' (۳)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چیلنج کو امریکن اخبارات نے Praying Match, Challenge, Prayer Duel وغیرہ لکھا۔ اس دور کے متعدد اخباروں کے تراجم ماہ نامہ انصار اللہ کے ماہ ستمبر ۲۰۰۱ء میں شامل ہیں۔ اس کے مقابلے پر کسی اور چیلنج وغیرہ کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ''گورڈن لنڈسے'' اس بارے میں کسی تفصیل کا ذکر کئے بغیر ڈوئی کے رویے کی اس تبدیلی کی وجوہات کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

محولہ بالا کتاب کے علاوہ ڈوئی کی سوانح عمریاں جن لوگوں نے لکھی ہیں ان میں سے ایک صاحب آرتھر نیوکومب (Arthur New Comb) ہیں اور دوسرے رولیکس ہارلین "Rolix Harlan" ہیں۔ آرتھر نیوکومب، ڈوئی کے ساتھ بطور ایسوسی ایٹ (شریک) ایڈیٹر کام کر چکا تھا اور ڈاکٹر ڈوئی کے ساتھ عالمی سفر میں شامل تھا (۴) ''گورڈن لنڈسے'' نے اپنی کتاب میں نیوکومب کے جابجا حوالے دیئے ہیں۔ ''گورڈن لنڈسے'' کی ماں ان ہزاروں لوگوں میں شامل تھی جو ڈوئی کے نیویارک کے سفر میں شامل تھے لیکن اسے اس سفر کی تفصیلات یاد نہیں تھیں (۵) گورڈن نے ڈوئی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ تین ماہ کی عمر میں شیلو ہاؤس میں دیکھا تھا (۶) ظاہر ہے کہ تین ماہ کی عمر میں دیکھنا گورڈن کو اس کے ماں باپ ہی نے بتایا ہوگا۔ زائن (صیحون) کی تباہی میں گورڈن کے ماں باپ نے بہت سا مالی نقصان اٹھایا اور اس کے نتائج سے مایوس ہوئے لیکن انہیں اس پر افسوس نہیں تھا۔ جس وقت گورڈن نے یہ کتاب لکھی اس وقت گورڈن کے والدین بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ (۷) گورڈن کے والدین زائن میں اس وقت آئے تھے جب زائن آباد ہو رہا تھا۔ تھامس۔ اے۔ لنڈسے (Thomas A. Lindsay) (گورڈن کا باپ) جوان تھا اور ڈوئی سے متاثر تھا۔ وہیں وہ ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور پر ملازم چارلس ریمزے (Charles Ramsay) کی بیٹی سے ملا۔ جس سے بعد میں اس نے شادی کر لی اور اماؤس سٹریٹ (Emmaus Street) میں رہنے لگے۔ ڈوئی کی بیوی (Jennie Paddock) گورڈن کی پیدائش کے وقت موجود تھی۔ گورڈن کے والدین جلد ہی عدم اطمینان کا شکار ہو گئے کیونکہ زائن میں بھی وہی مشکلات پیش آنی شروع ہو گئیں جو چرچ کے ابتدائی دور میں موجود تھیں (۸)

گورڈن نے کتاب کا سنِ اشاعت کہیں نہیں لکھا۔ صرف کتاب کے شروع میں ری پرنٹ (Re-Print) لکھا ہے۔ البتہ کتاب کی اندرونی شہادت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جب کتاب کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا وہ ڈوئی کی موت کے پچاس سال بعد تھا (۹)

گورڈن ایک جگہ نیوکومب کے بارے میں لکھتا ہے کہ عالمی سفر کے دوران پومونا (Pomona) کے مقام پر گاڑی میں اخبار نویسوں سے بات چیت کے واقعہ کو نیوکومب شاندار رنگ آمیزی سے بیان کرتا لکھتا ہے (۱۰) ایک دوسری جگہ گورڈن، نیوکومب کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ ڈوئی کے بارے میں مخالفانہ لکھتا ہے (۱۱) اس دور کے اخبارات پر گورڈن

کی نظر تھی جسے اس نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر بطور استشہاد واقعات لکھا ہے مثلاً ڈوئی کے ایک واقعہ شفا (Healings) کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ اس وقت کا چرچا شکا گو کے کئی اخبارات میں ہوا (۱۲) ان اخباروں کے حوالے سے بھی ڈوئی کی شخصیت کو ابھارتا ہے مثلاً شکا گو ٹریبون (۱۳) شکا گو ڈسپیچ (۱۴) شکا گو ڈسپیچ (۱۵) شکا گو ایوننگ پوسٹ (۱۶) کرسچین ورلڈ نیو یارک (۱۷) سینچری ورلڈ (۱۸) نیو یارک ورلڈ (۱۹) کلنٹن ڈیمو کریٹ (۱۹) ورکیگن نیوز سن (۲۰) لیکن ڈوئی کے دعویٰ الیاس مصلح / رسول اول کے چیلنج اور اس چیلنج کے نتائج کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ البتہ جان الیگزینڈر ڈوئی کی حیات سے چند سبق اخذ کرتا ہے۔ ان اسباق کا ذکر کتاب کے ابتدائیہ میں اختصار کر کے اس کتاب کے پینتیسویں (xxxv) باب میں بالتفصیل ذکر کرتا ہے (۲۱) وہ اسباق بقول گورڈن درج ذیل ہیں:

اول جب کوئی فرد خدا کا منتخب کیا ہوا کسی غیر معمولی کام کے لئے استعمال ہو گا تو خدا اسے اجازت دیتا ہے کہ وہ ایک عرصہ تربیتی دور کا گزارے جو انتہا درجہ کے ابتلاؤں اور آفات پر مبنی ہوتا ہے۔

دوم جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ڈوئی کی عظیم فتوحات صرف اس وقت شروع ہوئیں جب اس نے خدائی شفا کے پیغام کو کلی طور پر اختیار کر لیا۔ لیکن شفا کا ہی عظیم معجزہ تھا جس نے اسے یہ طاقت اور اختیار دیا۔

سوم یہ وہی لمحہ تھا جب وہ غیر مذہبی سرگرمیوں میں مشغول ہو گیا اور اپنے ابتدائی ایام کی سادگی کو خیر باد کہہ دیا تب ہی اس کا زوال شروع ہو گیا۔''

اس کے بعد گورڈن لکھتا ہے کہ آج یہ سبق ہمارے لئے سنجیدہ دلچسپی کی چیزیں ہیں (۲۲)

**پہلا سبق:** ڈوئی کی زندگی سے پہلے سبق (Lesson) کے طور پر گورڈن ڈوئی کے بارے میں ابتدائیہ میں لکھتا ہے:

"When any man is chosen of God to be Used......"

''جب کوئی آدمی خدا کا منتخب کیا ہوا استعمال ہوتا ہے''

اس بات کو جب تفصیل سے گورڈن لکھتا ہے تو یوں عبارت میں ایک تبدیلی لاتا ہے۔

"Whom God used must be Willing...."

''جنہیں خدا تعالیٰ استعمال کرتا ہے انہیں اس بات پر تیار ہونا چاہیئے'' (۲۳)

پہلی عبارت میں Chosen ہے اور دوسری عبارت میں صرف Used کا لفظ ہے۔ بہر کیف یہ انتخاب و استعمال کا فعل تو خدا تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

ڈوئی کے دعویٰ ''الیاس نبی'' ہونے کی بھی ایک تاریخ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آہستہ آہستہ اس کے ذہن کے کسی کونے میں تیار ہوتی رہی اور حالات کو دیکھ کر ابھر کر سامنے آئی۔ جب ڈوئی ۱۸۸۸ء میں آسٹریلیا سے امریکہ آیا تو اس نے سنا کہ شکا گو میں ایک شخص جیکب شکیون فرتھ (Jacob Schwein Furth) ہے جس نے مسیح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر رکھا ہے۔ اس نے "Heaven on Earth" زمین پر بہشت بنا رکھی تھی جو راکفورڈ الی نائس (Rockeford Illinios) کے

چھ میل شمال میں واقع تھی۔ ڈوئی اس سے اپنے ساتھیوں سمیت ملنے گیا۔ اس سے مذاکرات میں ڈوئی نے کہا کہ تم ان توہین واہانت آمیز خیالات سے توبہ کرلو تم پر مکمل شیطان کا غلبہ ہے (۲۴) ڈوئی خدائی شفا (Divine Healing Homes) کے الزامات میں ایک سو بار گرفتار ہوا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ اپنے ہی پلیٹ فارم سے گرفتار کیا گیا۔ پولیس اسے بڑے ہی ناواجب طریقے سے اپنے ساتھ لے گئی (۲۵)

جیکب شکیون فرتھ کی جنت ارضی کی طرز پر ڈوئی نے بھی ایک خیالی جنت (An utopia on Earth) کی تعمیر کا منصوبہ سوچا۔ جو اگرچہ جھیل مشی گن کے کنارے ابتدأ ایک شہر زائن بسانے کا تھا اور پھر اس کے بعد ساری دنیا میں اس جیسے زائن قائم کرنے تھے۔ اور آخر ان تمام شہروں کا مرکز یروشلم کو بنانے کا خواب تھا۔ ڈوئی اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ زائن کا خدائی منصوبہ جو پیغمبروں نے پیش کیا چرچ کے ذریعے پورا ہوگا۔ اس طرح مادی (Materical) خوشحالی آخر کار مل جائے گی۔ (۲۶)

ڈوئی نے لیوز آف ہیلنگ کے ۷ ر جون ۱۹۰۲ء کے پرچے میں لکھا:

> ''صیحون (زائن) آقا (مسیح) (King) کے لئے یروشلم خرید لے گا۔ اگر ہم تین، چار، پانچ، چھ، سات یا زیادہ زائن شہر بنا سکتے ہیں اور دس لاکھ ڈالر ایک سال میں حاصل کر سکتے ہیں تو ہم ترکوں (Turkish) کو خرید سکتے ہیں۔ ہم مسلمانوں (Mohammedan) کو خرید سکتے ہیں۔ ہم یہودیوں (Jews) کو خرید سکتے ہیں۔ ہم کفار (Infidel) کو خرید سکتے ہیں اور ہم مقدس یروشلم پر قبضہ کر سکتے ہیں اور ہم اس کی تعمیر پر آنے والے مسیح جو ہمارا آقا (King) ہے اس کے مقدس پہاڑ زائن پر تیاریاں کر سکتے ہیں۔'' (۲۷)

ڈوئی کو اس بات کا یقین تھا کہ جو صیحون (زائن) وہ بنا رہا ہے وہ پیشگوئیوں والا زائن ہے۔ چنانچہ اپنے اخبار ''لیوز آف ہیلنگ'' کے ۴ ر مئی ۱۹۰۱ء کے شمارے میں بھی اس بارے میں بالتفصیل لکھا (۲۸)

جیکب شکیون فرتھ اور اس کی جنت ارضی کے پس منظر میں ڈوئی کی خیالی جنت (Utopia) زائن فرتھ کا ہی پیروکار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن گورڈن اسے ڈوئی کے لئے خدا تعالیٰ کا انتخاب لکھتا ہے اور ان دعاوی کے برعکس اس کے دعویٰ نبوت کی کہانی لوگوں کے کہنے سننے سے ہونا بیان کرتا ہے جو اس کے ذہن میں جم جاتی ہے اور بالآخر ایک دن وہ ان ہی خیالات پر پختہ ہو کر دعویٰ کر دیتا ہے۔ گورڈن لکھتا ہے:۔

> ''شکاگو میں ڈوئی کی منسٹری (پادری کے فرائض) کے ابتدائی ایام میں کچھ گمنام لوگ اس سے ملے اور کہا کہ انہیں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جس آدمی سے انہوں نے باتیں کی ہیں'' وہ الیاس مصلح کے علاوہ کوئی اور نہیں جسے خداوند کے آنے سے پیشتر زمین پر آنا تھا۔'' ڈوئی نے انہیں جھڑک دیا اور اپنی محفل سے نکال دیا اور کہا کہ ان باتوں کا آئندہ ذکر نہ کرنا۔ لیکن اس کا نتیجہ حیران کن نکلا۔ اس آواز کی بازگشت ڈوئی کے

کانوں میں گونجتی رہی۔ ڈوئی کی اپنی شہادت کے مطابق اس نے اس سے چھٹکارا پانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔ یہ آواز اسے یہ کہتی تھی کہ ''ایلیا/الیاس کو آنا ہے اور وہ تم ہو'۔ وقت گزرتا رہا ایک دن اس کے شعور میں ایک طوفان برپا ہوگیا کہ وہ ہی الیاس ہے جس کے بارے میں پیغمبروں نے پیش گوئی کی کہ وہ آئے گا اور تمام امور کی اصلاح کرادے گا۔ یہ تاثر اس قدر طاقتور اور پختہ تھا کہ اس نے اس کے تمام وجود کو اپنے میں جذب کرلیا۔'' (۲۹)

اس تحریر سے ڈوئی خدا تعالیٰ کا انتخاب ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ تو اس کے اندر کی دبی ہوئی خواہشات کا اظہار معلوم ہوتا ہے۔ جس کے بارے میں گورڈن لکھتا ہے کہ

''ہزاروں ممبروں نے اسے مفتری اور جعل ساز عطائی قرار دیا۔ جو اس کی کہانت پادری پن پر یقین رکھتے ہیں وہ بڑے بھاری اور بوجھل دل سے اس بات کے قائل ہوگئے کہ ڈوئی دماغی خلل کا شکار ہوگیا ہے..... تاہم زائن کے اکثر لوگوں نے اگرچہ کچھ ہچکچاہٹ سے اس کے اعلان کی پیروی بھی کی.....'' (۳۰)

اس طرح گورڈن آگے بیان کرتا ہے:۔

''قطع نظر ڈوئی کے دعویٰ کے سچے یا جھوٹے ہونے کے یہ چیلنج ایک حقیقت ہے کہ ڈوئی کا زوال اس لمحے شروع ہوا جب اس نے دعویٰ نبوت کیا۔'' (۳۱)

ڈوئی کی اس کایا پلٹ کی وضاحت کرتے ہوئے گورڈن' ڈوئی کا موازنہ وتقابل صحیفوں میں دیئے گئے ان اشخاص سے کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کے احکام بجالاتے رہے لیکن بعد میں ناکام ہوگئے مثلاً بعلم باعور'......وغیرہ (۳۲) اس سے گورڈن نتیجہ یہ نکالتا ہے کہ ادھیڑ عمر ایک بڑا ہی خطرناک عہد ہوتا ہے اور سوائے چند ایک کے اس کی تحریصات آگے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اس وقت وہ روحانی طور پر ہتھیار ڈال دینا چاہتے ہیں کہ روحانی طور پر آرام پائیں (جو جسمانی آرام سے مختلف ہے) (۳۳) اس صورت حال کو گورڈن شیطان کی پکی مخالفت کی سکیم قرار دیتا ہے جو شیطان خدا کے بندوں کے کام میں ڈالتا ہے (۳۴) جب ڈوئی کی نبوت شیطان کی مخالفت کا ہی اور ڈوئی کے دماغی خلل اور روحانی طور پر ہتھیار ڈالنے سے ہوئی تو گورڈن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسے خدا تعالیٰ کا انتخاب واستعمال قرار دے۔ لہٰذا ڈوئی کی زندگی سے لیا گیا پہلا سبق ہی اس پر پورا نہیں اترتا کیونکہ وہ تو خدا تعالیٰ کا انتخاب واستعمال ہے بھی نہیں بلکہ یہ ڈوئی کا اپنا خیال اور وہم تھا جو اس کی ذہنی عدم صحت کی دلیل ہے۔ جسے گورڈن Fixatlon (داخلی گرفت پر وہم جو بے بس بنادے اور یہ ذہنی عدم صحت پر دلالت کرتی ہے) کا نام دیتا ہے۔ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے گورڈن بیان کرتا ہے:۔

''ڈوئی کے دماغ میں Fixatlon جگہ پاگئی جس نے اس کی شخصیت کو حیران کن حد تک بدل دیا۔ Fixatlon دماغ کا ایک ایسا استثنائی رویہ ہے جو ایک تاثر یا منجمد خیال قبول کرتا ہے جس کی فی الواقعہ کوئی حقیقت نہیں ہوتی'' (۳۵)

گورڈن ایسے (Fixatlon) کے شکار لوگوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ سنکی (Eccentric) ہوتے ہیں۔ ان میں عقل کا خانہ خالی ہو جاتا ہے اور کسی منجمد خیال کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ پھر گورڈن اس کا موازنہ انسان کی اس کیفیت سے کرتا ہے جب انسان سورہا ہوتا ہے۔ تحت الشعور ہر اس تاثر پر یقین کرتا ہے جو قوت متخیلہ ذہن کی طرف منتقل کرتی ہے۔ جاگنے پر ذہنی شعور ہر اس چیز کو رد کر دیتا ہے جو حقیقت نہیں ہوتی۔ لیکن (Fixatlon) کی کیفیت کی موجودگی میں وہ خواب یا خیال ہمیشہ کے لئے جم جاتا ہے۔

گورڈن اس پر اظہار افسوس کرتا ہے کہ ''یہ کس قدر قابل افسوس ہے کہ ایک آدمی جو صلاحیتیں رکھتا ہے جو بلاشک و شبہ خدا تعالیٰ کے استعمال میں ہو سکتی ہیں وہ عظیم انجیل کی سچائیوں میں کھو جائے اور اسے بھولی بھٹکی روحوں کی نجات کی فکر نہ ہو اور اس کا پسندیدہ مشغلہ (Hobby Horse) میں ہی مگن ہوتا جائے۔ جب اس کی صلاحیتوں کو جو خدا تعالیٰ کے کام آتی ہوں عضو معطل کر دے اور اسے خدا اور انسانوں کی نظر میں گرا کر صفر کے برابر کر دے۔'' (۳۴) یہ سب کیفیات ڈوئی پر پورا اترتی ہیں اس لئے گورڈن کا ڈوئی کو خدا تعالیٰ کا انتخاب واستعمال قرار دینا سرے سے غلط ہے جو اس کی اپنی تحریرات سے ثابت ہے لہٰذا اس کا ڈوئی کی زندگی سے پہلا سبق بھی درست نہیں ہے۔ گویا گورڈن کا ڈوئی پر یہ فقرہ "The Cross comes befor the crown." تاج پہننے سے پہلے سولی پر لٹکنا پڑتا ہے۔ (۳۷) پورا نہیں اترتا کیونکہ ڈوئی جن ہتھکنڈوں پر اترا وہ خدائی اشارہ کے ماتحت نہیں تھے بلکہ اس کی اپنے توہمات کی پختگی Fixatlon کا نتیجہ تھے لہٰذا ڈوئی خدا تعالیٰ کا انتخاب تھا ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو ایک مفتری تھا جس نے ایک مفتری کو دیکھ کر اور لوگوں کے کہنے سنے اپنی سمجھ میں Fixatlon سے الیاس مصلح ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیا اور انجام بد کو پہنچا۔

البتہ یہ وقت آسمانی مصلح کی آمد کا ہی تھا کیونکہ

> ''جیسا کہ تمام نبیوں کے وقت میں یہی ہوتا رہا ہے کہ جب ان کے نزول کے ساتھ ملائک کا نزول ہوا تو ملائکہ کی اندرونی تحریک سے ہر ایک طبیعت عام طور پر جنبش میں آ گئی تب جو لوگ راستی کے فرزند تھے وہ ان راستبازوں کی طرف کھینچے چلے آئے اور جو شرارت اور شیطان کی ذریت تھے وہ اس تحریک سے خواب غفلت سے جاگ تو اٹھے اور دینیات کی طرف متوجہ بھی ہو گئے۔ لیکن بباعثِ نقصانِ استعداد، حق کی طرف رخ نہ کر سکے۔ سو فعل ملائکہ جو ربانی مصلح کے ساتھ اترتے ہیں ہر ایک انسان پر ہوتا ہے۔ لیکن اس فعل کا نیکوں پر نیک اثر اور بدوں پر بد اثر پڑتا ہے (۳۸)''

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روئید و در شورہ بوم و خس

ڈوئی کا دعویٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عہد میں اس کی اپنی استعداد کے مطابق ہے جو ڈوئی کی شرارت اور شیطان کی ذریّت ہونے پر دال ہے۔ اور انجام کار بقول گورڈن ڈوئی شیطان کی ماسٹر سکیم کا شکار ہو گیا (۳۹)

گورڈن کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:-

"As we view the situation from the vantage point of a half centuary, We see that it was patently stan's master scheme to in terrupt the work which God really gave him to do. But alas, there man of God could not realize, nor understand this. The great ministry of healing which God had committed to him, and by which means he achived his great success, gradual diminished in power and results, chiefly because he had so many other problems confronting him, that he was forced to neglect it."

**دوسرا سبق:** ڈاکٹر ڈوئی کی زندگی سے جو دوسرا سبق گورڈن اخذ کرتا ہے- وہ یہ ہے کہ جب تک ڈوئی عوام تک پہنچنے میں انجیل کے ذریعے کوشش کرتا رہا اسے ناکامی و مایوسی ہوتی رہی- جب اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ خدائی شفا کے ذریعے کام کرے گا تو آخرکار اسے فتح نصیب ہوئی- دس سال کے اندر ساری دنیا میں اُس کی شہرت ہوگئی جب کہ دنیا پہلے اس سے بے پرواہ تھی اب اس نے توجہ دینی شروع کی کیونکہ اس نے نشانات دیکھے تھے- شکاگو میں جو معجزات ہوئے انہوں نے قابل عزت توجہ حاصل کی- اگرچہ حسد کی آگ بھی بھڑکی- ڈوئی سو مرتبہ گرفتار کیا گیا لیکن شیطان اس کے کام روکنے سے بے بس رہا......جنھوں نے اس کی مخالفت کی یا تو وہ جیلوں میں چلے گئے یا اچانک مر گئے اور مخالفت ختم ہوگئی......''(۴۰)

ایک بات تو شروع میں ہی کھل جاتی ہے کہ ڈوئی کو انجیل کے ذریعہ سے تبلیغ میں ناکامی ہوئی جبکہ وہ خود کو ایونجلسٹ (Evangelist) کہلاتا تھا- ڈوئی جس مقصد کو لے کر اٹھا تھا وہ ہی نہ رہا تو باقی اس کے خدائی شفاء (Divin Healing) کے کام کو ثانوی حیثیت ہے- لیکن یہ خدائی شفا کا کام بھی جلد ہی بتدریج گھٹتا گیا کیونکہ وہ بہت سے اور کاموں میں الجھ جانے پر مجبور ہوگیا- اندرونیں حالات وہ سبق کیا ہوا جو اپنی اصل یعنی انجیل کو بھی پس پشت ڈال دے اور جو امرت دھارا وہ حاصل کرے وہ بھی جاتا رہے تو سبق کس بات کا؟ ہاں ایک تازیانہ عبرت کہا جائے تو مناسب ہوگا-

بہرکیف گورڈن جس خدائی شفا کو ڈوئی کی کامیابی پر محمول کرتا ہے ایک نظر اس کی کیفیت پر بھی ڈالتے چلتے ہیں- حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس طرح کے کام کرنے والوں کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:-

''اس عمل جسمانی کا ایک نہایت بُرا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا ہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے......(۴۱)

یہ جسمانی بیماریوں سے شفا دینے کی کوشش ایک علم مسمریزم ہے جس کا کسی مذہب ہندو، عیسائی، یہودی، مسلمان سے

کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تو کوئی بھی حاصل کر لیتا جو روح کی گرمی سے شفا کا ایک طریقہ ہے جس سے عامل روحانی طور پر بہت ضعیف دنکما ہو جاتا ہے اس کا اقرار گورڈن کو بھی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"Middle age is a dangerous period and a few succumb to the temptation at that time of life to spiritually relax (something quite different to physical relaxation)"(۴۲)

Spiritually relax روحانی طور پر ضعیف ہو جانے کے بارے میں جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے لکھا بعینہٖ ڈوئی اس ضعف کا شکار ہو کر اپنا سارا کاروبار ہی ٹھپ کروا بیٹھا...... پھر دوسرا سبق بھی جائے عبرت ہوا نہ کہ قابل تقلید۔ جن کامیابیوں کا گورڈن ذکر کرتا ہے اگران پر یقین کر لیا جائے تو خود ڈوئی کے گھر سے اس کی گواہی نہیں ملتی۔

۱۴ رمئی ۱۹۰۲ء کو ڈوئی کی بیٹی ایسٹر ڈوئی "Esther Dowie" ابھی شکا گو والے گھر میں تھی کہ اس کے کمرے میں ایک خراب الکحل لیمپ سے آگ لگ گئی جس سے ڈوئی کی بیٹی بری طرح جل گئی۔ ڈوئی اس وقت زائن شہر میں تھا جو بڑی سرگرمی سے تعمیر کے مراحل میں تھا۔ ڈوئی یہ خبر سنتے ہی شکا گو پہنچا۔ ڈوئی کی انتہائی کوششوں اور اس کے خدائی شفا کے دعوؤں کے باوجود ایسٹر ڈوئی نہ بچ سکی۔ اس موقعہ پر گورڈن لکھتا ہے:-

''ہم افسوس سے اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ ڈوئی کے رویے میں کوئی تبدیلی نہ لا سکا۔ وہ پھر بھی کہتا رہا کہ اسے پیشگوئیوں کے پورا کرنے والا چنا گیا ہے۔ اس میں (Fixation) اس قدر گڑھی ہوئی تھی کہ یہ المیہ بھی اس میں کوئی تبدیلی نہ لا سکا......'' (۴۳)

اس صورت حال میں گورڈن کا دوسرا سبق بھی قابل التفات نہیں ہے۔

**تیسرا سبق:** گورڈن کا اخذ کردہ تیسرا سبق کہ اس نے اپنے ابتدائی ایام کی سادگی کو خیر باد کہہ دیا اور یہیں سے اس کا زوال شروع ہو گیا۔ اگر چہ یہ سبق پہلے دونوں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا جو اس کے بنائے فاسد علی الفاسد دعاوی کے علمبردار ہیں۔ تاہم اس بات کی غمازی ضرور کرتا ہے کہ بے شک گورڈن ڈوئی کی تعریف کرتا ہے مگر اسے احساس ضرور ہے۔ کہ یہ انسان ایک غلط راہ پر چل نکلا اور زوال کا شکار ہو گیا اور آخر میں لکھتا ہے کہ

''جان الیگزینڈر ڈوئی نے اپنی زندگی کا یہ تاثر چھوڑا کہ اس کا کام ابھی نامکمل تھا۔'' (۴۴)

گورڈن کو اپنے زائن کے سفروں کے دوران ایک چھیاسی سالہ شخص سے ملنے کا موقعہ ملا۔ جو ڈوئی کے پاس اس کے آخری دنوں میں موجود تھا۔ اس کا نام سیموئل شیڈ (Samuel Shadd) تھا۔ موصوف نے بہت سے دلچسپ واقعات ڈوئی کے بارے میں گورڈن کو سنائے۔ ڈوئی کے جنزل اور سیئر کے ایام میں اُسے ہر کس و نا کس سے ملنے کا وقت نہ تھا۔ لیکن جب اسے سب چھوڑ گئے تو اسے قریب ہونے کا موقع ملا۔ ایک سوال جو گورڈن نے سیموئیل سے کیا وہ یہ تھا کہ کیا ڈوئی نے اپنے آخری دنوں میں بھی اپنے الیاس رسول ہونے کے دعوے کا ذکر کیا تھا تو اس کا جواب تھا کہ جہاں تک اسے یاد ہے ڈوئی نے

اس کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا - اور نہ ہی اس کا کبھی حوالہ دیا تھا - یہ بات دلچسپ ہے کہ موسم گرما ۱۹۰۶ء میں ڈوئی نے جو مضمون لکھا اس میں اپنے دستخط کے ساتھ ''رسول اول'' نہ لکھا -

اس کی اپنی بیوی کے ساتھ کبھی بھی صلح نہ ہو سکی - ڈوئی نے اپنے بیٹے کو بلا بھیجا لیکن اس نے اس طرف توجہ بھی نہ دی - ایک وقت ایسا آیا کہ ڈوئی خود حرکت نہیں کر سکتا تھا - ڈوئی کے رکھوالے ایک دفعہ اس پر اپنا قابو کھو گئے تو اس کا جسم دھڑام سے فرش پر گر گیا - ایک دفعہ جب ڈوئی کو رقم کی ضرورت تھی تو سیموئیل شیڈ نے اسے پچاس ڈالر دیئے -

ایڈنا شیلڈریک (Edna Sheldrake) جو شکاگو کے ایک اخبار کی رپورٹر تھی ڈوئی کے آخری ایام میں ڈوئی سے ملتی رہی - ڈوئی کے بہت سے خطوط اس نے پہلے اور ڈوئی کی موت کے بعد ایک کتاب کی صورت میں شائع کئے جو اس کتاب (یعنی گورڈن کی کتاب) کا ماخذ ہیں لیکن اس کی دوسری جلد کبھی نہ شائع ہو سکی - (۴۵)

گورڈن کو اس کتاب کے لکھنے میں اور سیئر اینٹن ڈارمز (Anton Darms) کی معاونت حاصل رہی جس نے مسودے کو بغور دیکھا اور متعدد نایاب دستاویزات مہیا کیں - علاوہ ازیں ریورنڈ تھیوڈر میسن Rev. Theodore Mason نے گورڈن کو ''لیوز آف ہیلنگ'' کے تقریباً تمام فائل بھی مہیا کئے - (۴۶)

گورڈن کی زیر نظر کتاب کے آخر پر دیئے گئے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف مذکور نے اس کتاب کے علاوہ ڈوئی کے خطبات پر مبنی ایک کتاب کی تدوین بھی کی ہے جو ''چیمپئن آف فیتھ'' "Champion of Faith" کے نام سے شائع ہوئی ہے -

''تحقیق کا ذوق رکھنے والے احباب کے لئے اس کا حصول اور تبصرہ کا میدان ابھی خالی پڑا ہے - گورڈن نے کتاب کا نام "Life Story of Trials Tragedies and Triumphs" رکھا ہے - اس میں مقدمات (Trials) المیے (Tragedies) تو موجود ہیں لیکن جن فتوحات (Triumphs) کا اس نے ذکر کیا ہے ان پر روشنی نہیں پڑتی بلکہ یہ اس کی بدقسمتی پر دلالت کرتی ہیں -

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ:

''اس کے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا -'' (۴۷)

وہ ڈوئی کے سوانح نگار گورڈن لنڈسے کی کتاب سے بھی ثابت ہے اگرچہ گورڈن ان پر تبصرہ کرنے سے عمداً گریز کرتا ہے گورڈن نے ڈوئی کی بیٹی کے جل کر مرنے کا واقعہ درج کرنے سے پہلے لکھا کہ :-

''وہ کیا درست واقعات تھے جو جان الیگزینڈر ڈوئی سے متعلق تھے - ہم نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی ہم ان پر فیصلہ دینے کی کوشش کریں گے - جو حالات درج کئے جا رہے ہیں وہ خود بتلائیں گے -'' (۴۸)

گورڈن لنڈسے نے اپنی کتاب میں ڈوئی کا اگرچہ دفاع بھی کیا ہے لیکن واقعات کا کسی حد تک اندراج بھی کیا ہے - اور نتیجہ قاری پر بھی چھوڑا ہے - لیکن کتاب کے شروع میں جو رائے درج کی ہے وہ اعتذار ساری کتاب پر حاوی ہے -

''ڈوئی کی زندگی کے اواخر پر کی گئی اندازے کی غلطیوں کا افسوس ہے'' (۴۹)

گورڈن باوجود حقائق درج کرنے کے ڈوئی کے بارے میں ایک نرم گوشہ اور جانب داری کا پہلو بھی رکھتا ہے- ایسا کرنے سے اسے معذور سمجھا جانا چاہئے کیونکہ گورڈن کے والدین کا ڈوئی سے تعلق تھا- لیکن گورڈن نے ڈوئی کے دعویٰ نبوت اور دیگر دعاوی کے جواب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا چیلنج عمداً نہ درج کر کے محتاط پہلو کو نہ صرف داغدار کیا ہے بلکہ عدم دیانت کا پہلو بھی سامنے آتا ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر مزید تحقیق اصل مآخذ کو سامنے رکھ کر کی جائے جس سے امید کی جاسکتی ہے کہ بہت سے ایسے حقائق سامنے آئیں گے جو ابھی تک چھپے ہوئے ہیں اور ان سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی فتح عظیم کی پیش گوئی کی اور شان نمایاں ہوگی- وباللہ التوفیق

**نوٹ:** راقم الحروف جناب سید مبشر ایاز صاحب کا شکر گزار ہے کہ موصوف نے گورڈن لنڈ سے کی کتاب بہم پہنچائی جزاہ اللہ احسن الجزاء

**حوالہ جات:** (۱) پیش لفظ صفحہ "Fulfilment of A Grand Prophecy" (۲) "John Alexander Dowie A Life Story of Trials Tragedies and Triumphs" صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ کرائسٹ فار دی نیشنز ڈیلاس- ٹیکساس ۱۹۸۶ء میں دوبارہ چھاپی گئی (۳) ترجمہ پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بر موقعہ ''مسیحاء ۲۰۰۰ء بین المذاہب سمپوزیم'' شامل ماہ نامہ ''انصار اللہ'' ستمبر ۲۰۰۱ء (۴) صفحہ ۲۲۷ ''جان الیگزینڈر ڈوئی'' گورڈن لنڈ سے (۵) صفحہ ۲۲۶ ایضاً (۶) صفحہ ۲۵۱ ایضاً (۷) صفحہ ۲۷۲ ایضاً (۸) صفحہ ۱۸۰ ایضاً (۹) صفحہ ۲۰۹ ایضاً (۱۰) صفحہ ۲۲۷ ایضاً (۱۱) صفحہ ۱۷۳ ایضاً (۱۲) صفحہ ۱۰۳ ایضاً (۱۳) صفحہ ۱۰۴ ایضاً (۱۴) صفحہ ۱۰۷ ایضاً (۱۵) صفحہ ۱۳۱ ایضاً (۱۶) صفحہ ۱۰۰ ایضاً (۱۷) صفحہ ۲۲۰ ایضاً (۱۸) صفحہ ۲۲۱ ایضاً (۱۹) صفحہ ۲۲۵ ایضاً (۱۹-الف) صفحہ ۱۴۲ ایضاً (۲۰) صفحہ ۲۷۰ ایضاً (۲۱) صفحہ ix اور صفحہ ۲۷۲ تا ۲۷۵ ایضاً (۲۲) صفحہ ix ایضاً (۲۳) صفحہ ۲۷۱ ایضاً (۲۴) صفحہ ۹۵ تا ۱۰۱ ایضاً (۲۵) صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۷ ایضاً (۲۶) صفحہ ۱۸۲ ایضاً (۲۷) صفحہ ۱۸۲ ایضاً (۲۸) صفحہ ۱۸۳ ایضاً (۲۹) صفحہ ۱۸۷-۱۸۸ ایضاً (۳۰) صفحہ ۱۸۹ ایضاً (۳۱) صفحہ ۱۹۱ ایضاً (۳۲) صفحہ ۱۹۲-۱۹۳ ایضاً (۳۳) صفحہ ۱۹۵ ایضاً (۳۴) صفحہ ۲۰۹ ایضاً (۳۵) صفحہ ۲۰۳ ایضاً (۳۶) صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۷ ایضاً (۳۷) صفحہ ۲۷۳ ایضاً (۳۸) ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۷ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مطبوعہ ۱۹۰۱ء مطبع ریاض ہند امرتسر (۳۹) صفحہ ۲۰۹ جان الیگزنڈر ڈوئی گورڈن لنڈ سے (۴۰) صفحہ ۲۷۳ ایضاً (۴۱) ''ازالہ اوہام'' صفحہ ۲۵۸ حضرت اقدس مسیح موعودؑ مطبوعہ ۱۹۰۱ء مطبع ریاض ہند امرتسر (۴۲) صفحہ ۱۹۵ جان الیگزنڈر ڈوئی از گورڈن لنڈ سے (۴۳) صفحہ ۲۱۹ ایضاً (۴۴) صفحہ ۲۷۵ ایضاً (۴۵) صفحہ ۲۴۸-۲۵۵ ایضاً (۴۶) انتساب صفحہ v ایضاً (۴۷) ''حقیقۃ الوحی'' صفحہ ۵۱۳ مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ (۴۸) صفحہ ۲۱۱ جان الیگزنڈر ڈوئی- گورڈن لنڈ سے (۴۹) تعارف صفحہ ix ایضاً

**بلاتبصرہ**

# شذرات

مرتبہ: مکرم ریاض محمود صاحب باجوہ

## ''اقبال کا مردمومن''

جناب فخر الدین صدیقی صاحب مذکورہ بالاعنوان کے تحت لکھتے ہیں:-

''اقبال کے کلام میں ''مردمومن'' ''مردحر'' اور کبھی ''بندہ مومن'' کی تراکیب استعمال ہوئیں ہیں- یہ سب اشارے ایک ہی وجود کو ظاہر کرتے ہیں...... اللہ کرے کہ قوم کو کوئی ''مردمومن'' پھر میسر آجائے تا کہ اندھیری رات نور سحر سے بدل جائے اور اہل پاکستان کو روشنی کی نوید ملے...... جب اقبال غور کرتے ہیں کہ انقلاب کیسے رونما ہوسکتا ہے تو وہ اپنے تصوراتی ''مردمومن'' کو پھر پکارتے ہیں اور...... یہ اعلان کرتے ہیں کہ صرف اسلام ہی نہیں ساری دنیا کی اصلاح کا کام صرف ایک مردمومن ہی کرسکتا ہے- علامہ کی آواز میں مسلمانوں کے اس عقیدے کا اظہار ہے جس کے سبھی مسلمان دل سے قائل ہیں کہ آخری دور میں جب اسلام میں بگاڑ ہوگا تو اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کا بندہ امام مہدی اصلاح کے لئے مبعوث ہوگا- بلکہ اسی کے ذریعے آخری دور میں اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غلبہ عطا کیا جائے گا- ہمارے سابقہ مفسرّین اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام میں مہدی کا ظہور ہوگا اور قرآن مجید کی سورہ صف میں جس غلبہ ادیان کا ذکر ہوا ہے وہ غلبہ مہدی معہود کے دور ہی میں اسلام کو حاصل ہوگا- اقبال نے اس عقیدے کا اظہار بڑے واضح لفظوں میں اپنے آخری مجموعہ کلام ''ضرب کلیم'' میں یوں کیا ہے

پیران کلیسا ہوں کہ شیخان حرم ہوں نے جدّت گفتار ہے نے جدّتِ کردار
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

آج اگرچہ نادان لوگ اس عقیدے کو پھر کمزور کررہے ہیں......مگر اصدق الصادقین سید المرسلین حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کو جھٹلانے کی جرات کون کرسکتا ہے؟

اللہ کرے کہ لوگ اقبال کے ''مردمومن'' یعنی مہدی دوراں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوجائیں- اس لئے کہ اس کی قیادت وسیادت کے ساتھ ہی اسلام دیگر ادیان پر غالب آسکتا ہے-'' (روزنامہ ''جنگ لاہور'' ۹ نومبر ۱۹۹۱ء)

## ''مذہبی تنگ نظری کا عذاب''

جناب حسن برجیس صاحب ''فرقہ وارانہ تشدّد'' کے حوالے سے اپنے کالم بعنوان ''وقفہ سوالات'' میں لکھتے ہیں-

''دہشت گردی کسی نوع کی ہو، باشعور شہری اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے- سنجیدہ فکر اور اعلیٰ ظرف علماء اور

ذاکرین ہر دور میں مسلک اور فرقہ کے حوالے سے تشدد پسندی اور سخت گیری کے خلاف رہے ہیں۔ یہ انتہائی تکلیف دہ صورتحال ہے کہ مٹھی بھر علماء سو اور چند خودغرض ذاکر ذاتی مفادات کی خاطر معصوم سادہ لوح انسانوں کے دل و دماغ میں کفر اور شرک کے بیج بو رہے ہیں۔ یہ یقیناً دکھ کی بات ہے کہ وہ علماء جو صدیوں سے امت کو اتحاد و یگانگت کا درس دیتے چلے آ رہے تھے ان کی صفوں میں آج ایسے عناصر گھس آئے ہیں جن کی شعلہ بیانی کا واحد مقصد اہل اسلام میں باہمی منافرت اور بے زاری پیدا کرنا اور یوں ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی کو درہم برہم کرنا ہے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ قومیں مذہبی رواداری کے ماحول میں ہی ترقی کرتی ہیں۔ مسلمان جب تک رنگ و نسل کی تفریق اور لسانی فروعی جھگڑوں سے لاتعلق رہے، ان کا طوطی دنیا کے کونے کونے میں بولا۔ کوئی طاقت، کوئی قوم انہیں نیچا دکھانے میں کامیاب نہ ہوئی مگر جونہی وہ اس قسم کی بے مقصد بحثوں میں الجھے، زمین ان پر تنگ ہوتی چلی گئی۔ مذہبی تنگ نظری کسی بھی قوم کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں، اس عذاب کے باعث قومیں صدیوں تک پسماندگی کی چکی میں پستی رہی ہیں۔

برطانیہ کو ہی لے لیں وہ تنگ نظری اور مذہبی اوہام میں الجھ کر ایک طویل عرصے تک جہالت کی تاریکی میں ڈوبا رہا۔ آخر وہاں عقل اور علم کی روشنی پھوٹی اور سائنس کی ترقی نے لوگوں کو مذہبی اجارہ داری اور جہالت کے چنگل سے نکالنا شروع کیا۔ چرچ کو اپنی اہمیت داؤ پر لگتی ہوئی نظر آئی۔ وہ کیسے یہ برداشت کرسکتا تھا کہ عوام اس کے اثر سے باہر نکل جائیں، چنانچہ یورپ اور چرچ کے دوسرے محافظوں اور حواریوں نے اپنی سلامتی اسی میں سمجھی اور انہوں نے چرچ سے غداری اور مذہبی تعلیمات کے خلاف کام کرنے کے جرم میں نامور سائنس دانوں کے قتل کے فتوے صادر کرنا شروع کر دیئے۔ نہ صرف یہ بلکہ انہوں نے بادشاہ کو بھی تابع بنانے اور ملک کے تمام ذہن اور روشن خیال لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کرلیا مگر روشن خیالی اور علم و ہنر کا جو سورج طلوع ہوا تھا وہ بجھایا نہ جاسکا۔ مارٹن لوتھر کی قیادت میں باشعور لوگوں نے پوپ اور چرچ کے خلاف بغاوت کردی اور مذہب کے نام پر جو جہالت پھیلائی اور جو قتل و غارت گری شروع کی گئی تھی، وہ رک گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ کو جہالت کے اندھیروں سے نکالنے میں مسلمان سائنس دانوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ طب، کیمیا، ریاضی، فزکس کے علاوہ مسلمان اس وقت دیگر علوم میں بھی یکتا اور دنیا پر چھائے ہوئے تھے، جب یورپ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، کون نہیں جانتا تھا کہ عقل و خرد سے بے بہرہ لوگوں نے اسلام کے نام پر مسلمان سائنس دانوں اور فلاسفر کا راستہ روکنے کی بھی ناکام کوشش کی تھی مگر اسلامی سلطنت میں علم و فضل کی جو کرن پھوٹی تھی وہ مدھم ہونے کی بجائے روشن تر ہوتی چلی گئی۔ مگر افسوس کہ آخر وہ وقت بھی آیا جب مسلمان علوم و فنون سے ناطہ توڑ کر اور بغداد کی درسگاہوں اور لائبریریوں سے استفادہ کرنے کی بجائے فروعی مسائل میں الجھ گئے۔ یہاں تک کہ بغداد کے ہر چوراہے اور ہر گلی کوچے میں مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے مسلمان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں دست و گریباں بلکہ مار دھاڑ کرتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ یہ ان کے زوال کا نقطہ آغاز تھا۔ اہل خرد اور اہل دل نے بہت شور مچایا کہ آپس کی رنجشیں فراموش کر کے دشمن کے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ مگر ان کا یہ واویلا نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوا اور تاک میں بیٹھے ہوئے ہلاکو

خاں نے موقع غنیمت جان کر اپنے خونی لشکر کو لے کر بغداد پر حملہ کر دیا اور بغداد کی گلیاں مسلمانوں کے خون سے سرخ ہو گئیں...... فرقہ پرستی اور رنگ ونسل کا امتیاز ایسی بے معنی باتیں ہیں جن کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

ملک میں فرقہ واریت کے عفریت کو مضبوط تر کرنے کے پس پردہ کون سے سیاسی، معاشی اور سماجی عوامل کارفرما ہیں، ضرورت ان کو تلاش کرنے اور ان کی اصلاح کی ہے۔ یہ بات طے ہے کہ انتہا پسند تنظیموں کا وجود میں آنا فرقہ واریت میں دہشت گردی کے در آنے کا شاخسانہ ہے۔ اس سخت گیری کی روایت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے بغیر حالات معمول پر لانا ممکن نظر نہیں آتا۔ چنانچہ حکومت کو اپنی اصل توجہ ملک میں رواداری اور افہام وتفہیم کا ماحول اور فضا قائم کرنے اور فرقہ واریت کے خاتمے کی طرف مرکوز کرنی چاہئے۔'' (روزنامہ ''دن'' لاہور یکم ستمبر ۲۰۰۱ء)

## مجلس انصار اللہ ضلع لاہور کے تعلیمی وتربیتی پروگراموں کا انعقاد

مرتبہ: مکرم کریم احمد خاں صاحب نائب ناظم عمومی

ماہ اگست میں مجلس انصار اللہ ضلع لاہور کے تعلیمی وتربیتی پروگرام منعقد ہوئے جس کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے

**(۱) سیمینار دعوتِ الی اللہ:** مورخہ ۱۴ راگست ۲۰۰۱ء کو صبح ۹ بجے تا ۱۱:۴۰ بجے ایک سیمینار دعوت الی اللہ دارالذکر میں منعقد کیا گیا جس کی صدارت مکرم طاہر احمد ملک صاحب ناظم ضلع لاہور نے کی۔ اس پروگرام میں ۶۵ داعیان الی اللہ نئے پھل پیش کرنے والے شامل تھے' ۳۳ انصار نے مندرجہ ذیل موضوعات پر ایمان افروز واقعات سنائے۔

(۱) دعا (۲) خوف اور ہچکچاہٹ کو دور کرنا (۳) عام زندگی میں دوسروں کی مدد کرنا (۴) تقسیم لٹریچر (۵) حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات سنوانا (۶) نومبائعین کے ذریعہ مزید پھل حاصل کرنا (۷) ذاتی نمونہ اور حسنِ اخلاق (۸) میڈیکل کیمپس، جلسہ سیرت النبیؐ۔ مذاکرے۔

پروگرام کے آخر میں محترم آصف جاوید چیمہ مربی سلسلہ احمدیہ نے دوستوں کو ہدایات دیں۔ نیز اس موقعہ پر دعوت الی اللہ کے متعلق وعدہ جات حاصل کئے گئے اور دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

**(۲) قیامِ نماز کے لئے میٹنگ:** یہ اجلاس بھی ۱۴ راگست کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور مرکزی ہدایات کی روشنی میں منعقد کیا گیا۔

مکرم ناظم صاحب ضلع نے بتایا کہ نماز باترجمہ اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ فرمودہ ۱۰ راکتوبر ۱۹۹۷ء دو ہزار کی تعداد میں چھپوا کر احباب تک پہنچایا جا چکا ہے۔ عہدیداران کو ہدایت کی گئی کہ وہ نمازوں کے وقات میں اپنی مجالس کا دورہ کریں اور سست احباب تک رسائی کریں اور پیار اور محبت کے ساتھ ان دوستوں کو نماز میں لانے کے لئے کوشش کریں اور بار بار رابطہ بھی کریں۔ زعماء اعلیٰ کو بھی توجہ دلائی گئی کہ وہ نمازوں کے لئے آتے ہوئے دوسرے دوستوں کے ہاں دروازہ پر دستک دے کر آئیں۔

**(۳) ایک الوداعی تقریب:** ناظم علاقہ انصار اللہ لاہور مکرم عبدالحلیم طیب صاحب کے اعزاز میں انصار اللہ ضلع لاہور کی طرف سے الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں محترم میجر عبداللطیف صاحب نائب امیر ضلع لاہور نے بھی شرکت کی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد محترم طاہر احمد ملک صاحب ناظم ضلع نے محترم عبدالحلیم طیب صاحب کی دینی خدمات کا ذکر کیا گیا۔ اس کے بعد محترم طیب صاحب نے بتایا کہ دین کی خدمت کی توفیق محض خدا کے فضل سے ملتی ہے۔ انہوں نے احباب سے درخواست کی کہ انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ محترم میجر عبداللطیف صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں موصوف کی دینی خدمات کو سراہا اور ان کی فرض شناسی اور تعاون کی تعریف کی اس الوداعی تقریب میں مکرم طیب صاحب کے اعزاز میں دعوت طعام کا اہتمام بھی تھا دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

**(۴) تعلیم القرآن کلاسز:** مورخہ ۱۰ تا ۱۷ راگست ۲۰۰۱ء کو حلقہ دارالذکر اور بیت النور کے مقامات پر تعلیم القرآن کلاسز منعقد ہوئیں جن میں مختلف حلقوں سے انصار احباب نے شرکت کی۔ ۱۳۳ احباب کو کامیاب قرار دیا گیا اور ان کو بطور استاد ذمہ داریاں سونپی گئی۔ ان ہر دو کلاسز میں احباب نے بہت دلچسپی لی۔ مرکز سے مکرم حافظ برہان محمد صاحب تشریف لائے جنہوں نے بڑی محنت سے تدریسی فرائض سرانجام دئے۔

# مجلس انصار اللہ جرمنی کے اکیسویں (۲۱) سالانہ اجتماع کا انعقاد

## مورخہ ۴-۵/اگست ۲۰۰۱ء

خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے مجلس انصار اللہ جرمنی کا اکیسواں سالانہ اجتماع اپنے روائتی رُوح پرور ماحول میں مورخہ ۴-۵/اگست ۲۰۰۱ء کو منعقد ہوا۔ بادہمبرگ (Badhomburg) کی انتظامیہ نے گزشتہ سالوں کی طرح سکول کا وسیع و عریض ہال، کھیلوں کے گراؤنڈز سمیت دیا۔ نیز امسال انتظامیہ نے ہال کی مرمت اور زیبائش بھی کروائی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موسم غیر معمولی طور پر خوشگوار رہا۔ پہلے روز کچھ بارش ہوئی جس کی وجہ سے اجتماع کے جملہ انتظامات کی انجام دہی میں بہت مدد ملی۔ الحمد للہ۔

**پرچم کشائی:** مورخہ ۴/اگست بروز ہفتہ صبح سوا دس بجے اجتماع کی کارروائی کا عمومی آغاز پرچم کشائی کی تقریب سے ہوا۔ مکرم داؤد احمد صاحب کاہلوں صدر مجلس انصار اللہ جرمنی نے لوائے انصار اللہ اور مکرم مولانا حیدر علی صاحب ظفر مربی انچارج نے لوائے جرمنی نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں لہرایا۔ اس موقعہ پر مقامی اخبارات کے دو نمائندوں نے بھی شمولیت کر کے اجتماع کے بارہ میں نہ صرف معلومات حاصل کیں بلکہ مکرم ہدایت اللہ صاحب ھبش کا جماعتی معلومات پر مبنی انٹرویو اور فوٹوز بھی لئے۔ جو بعد ازاں مقامی اخبارات میں شائع ہوئے۔

اجتماع کا آغاز زیر صدارت صدر صاحب مجلس انصار اللہ جرمنی تلاوت قرآن مجید اور اس کے اردو جرمن ترجمہ سے ہوا۔ عہد انصار اللہ اردو و جرمن زبانوں میں دہرایا گیا۔ اس کے بعد ایک رکن نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔ مکرم و محترم صدر مجلس نے اپنے افتتاحی خطاب میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بے انتہا فضلوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا حقیقی مدعا و مقصد اپنی تربیت کر کے اپنے لواحقین کی احمدیت کے رنگ میں تربیت کرنا ہے۔ آپ نے نصیحت کی کہ اجتماع کے جو اوقات ہمیں میسر آئے ہیں ان کو دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں گزاریں۔ اجتماع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ آپ نے بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجلس انصار اللہ کی بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''میں انصار اللہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو (رفیق بانی سلسلہ) یا (اس) کے بیٹے ہیں یا کسی (رفیق) کے شاگرد ہیں۔ اس لئے جماعت میں نمازوں۔ دعاؤں اور تعلق باللہ کو قائم رکھنا ان کا کام ہے۔ ان کو تہجد، ذکر الٰہی اور مساجد کی آبادی میں اتنا حصہ لینا چاہیئے کہ نوجوان ان کو دیکھ کر خود ہی ان باتوں کی طرف مائل ہو جائیں'' نیز فرمایا کہ جو............ مجلس میں شامل نہیں ہوگا وہ قطعاً جماعت میں رہنے کے قابل نہیں ہوگا۔ اس افتتاحی خطاب

کے بعد دعا ہوئی اور دیگر پروگرام شروع ہوئے۔

**علمی و ورزشی مقابلے:** پروگرام کے مطابق علمی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ وقفہ طعام اور نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد ورزشی مقابلہ جات شروع ہوئے۔ ان مقابلہ جات کے بعد شام کو بیت بازی کا نہایت دلچسپ مقابلہ ہوا۔

**دوسرے روز کا پروگرام:** مورخہ ۵/ اگست بروز اتوار دوسرے روز کی کارروائی کا آغاز قیام گاہوں میں باجماعت نماز تہجد سے ہوا۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے کھیلوں کے فائنل مقابلہ جات ہوئے جو ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہے۔ اس کے بعد تقریری مقابلہ جات ہوئے۔ دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر وعصر ادا کی گئیں۔

**اختتامی اجلاس:** اس اجلاس کی کارروائی کا آغاز زیر صدارت صدر مجلس ہوا۔ تلاوت قرآن مجید مکرم منور احمد گل صاحب ناظم علاقہ گروس گراؤ نے کی بعد ازاں اس کا اردو اور جرمن ترجمہ پیش کیا گیا۔ مکرم صدر مجلس نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ جس کے بعد مکرم حفیظ الرحمٰن انور صاحب نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام خوش الحانی سے پڑھا۔ بعدہٗ مکرم قمر احمد صاحب سیکرٹری اجتماع نے مختصر رپورٹ پیش کی اور علمی و ورزشی مقابلہ جات کے انعامات دئے۔ صدر مجلس نے اپنے اختتامی خطاب میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کیا۔ آپ نے سال گذشتہ کی کارکردگی پر مختصر روشنی ڈالی۔ آپ نے فرمایا کہ انصار کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ ان میں اپنی اور لواحقین کی تربیت اور دعوت الی اللہ ہے۔ ہمیں ہمیشہ اپنے اس اس مقام کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ آپ نے سال گذشتہ کی دعوت الی اللہ کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ گزشتہ سال میں لٹریچر کے ۲۳۴۔ اسٹال لگائے گئے۔ آپ نے بتایا کہ گزشتہ سال انصار کے ذریعہ ۲۳۸ بیعتیں حاصل ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دوسرے شعبہ جات نے بھی ترقی کی ہے لیکن اصل تو روحانی ترقی ہے جس کے لئے ہمارے اخلاق درست ہوں اور نظام کے ساتھ مضبوط تعلقات استوار ہونے چاہئیں جس کے لئے آخر میں آپ نے مقامی انتظامیہ اور مقامی جماعت کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی نے علالت طبع کے باعث مختصر خطاب فرمایا آپ نے مجلس انصار اللہ جرمنی کو کامیاب اجتماع کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی۔ آپ نے فرمایا اس عمر میں ہم انصار کو اپنا روحانی معیار بڑھانا ہوگا۔ آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کا ایک اقتباس پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ انصار اللہ کی ایک بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خدام کی اخلاقی قدروں کی حفاظت کریں اور اگر ان سے کوئی غلطی صادر ہو تو اس کی اصلاح کریں۔ ہمیں تربیت و اصلاح کے کام کا آغاز اپنے گھر سے کرنا ہوگا۔ بچوں میں اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس بات کا سراغ لگائیں کہ وہ برائی کہاں سے آئی ہے۔ آخر میں مکرم امیر صاحب جرمنی نے دعا کروائی اور یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اجتماع میں شامل ہونے والے احباب کی کل تعداد ۱۸۰۰ رتھی۔ غیر ممالک ہالینڈ، فرانس، سویڈن، انگلینڈ، بلجیم، پاکستان، انڈیا، کینیڈا اور آسٹریلیا سے بھی احباب تشریف لائے۔ الحمدللہ

(مرسلہ: شعبہ اشاعت مجلس انصار اللہ جرمنی)

# مجلس انصار اللہ جرمنی کا اکیسوں سالانہ اجتماع



سامعین اجتماع کے دو مناظر



Monthly **ANSARULLAH**

EDITOR:
NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. # : CPL - 92
October 2001

# پاک زندگی حاصل کرنے کا طریق مستقیم

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام پاک زندگی حاصل کرنے کا طریق مستقیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اور استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف میں دو معنے پر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خدا کی محبت میں محکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا۔ یہ استغفار تو مقربوں کا ہے جو ایک طُرفۃ العین خدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں اس لئے استغفار کرتے ہیں تا خدا اپنی محبت میں تھامے رکھے۔ اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکل کر خدا کی طرف بھاگنا اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین میں لگ جاتا ہے ایسا ہی دل خدا کی محبت کا اسیر ہو جائے تا پاک نشوونما پا کر گناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔ کیونکہ غفر جس سے استغفار نکلا ہے ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ گویا استغفار سے یہ مطلب ہے کہ خدا اس شخص کے گناہ جو اس کی محبت میں اپنے تئیں قائم کرتا ہے دبائے رکھے اور بشریت کی جڑیں ننگی نہ ہونے دے۔ بلکہ الوہیت کی چادر میں لے کر اپنی قدوسیت میں سے حصہ دے۔ یا اگر کوئی جڑ گناہ کے ظہور سے ننگی ہوگئی ہو پھر اس کو ڈھانک دے۔ اور اس کی برہنگی کے بداثر سے بچائے۔ سو چونکہ خدا مبدءِ فیض ہے اور اس کا نور ہر ایک تاریکی کے دور کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے اس لئے پاک زندگی حاصل کرنے کے لئے یہی طریق مستقیم ہے کہ ہم اس خوفناک حالت سے ڈر کر اس چشمہ طہارت کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائیں تا وہ چشمہ زور سے ہماری طرف حرکت کرے اور تمام گند کو یکدفعہ لے جائے۔ خدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم درحقیقت اس کی راہ میں موت کو قبول کر کے اپنا وجود اس کے آگے رکھ دیں۔ اسی قربانی کی خدا نے ہمیں تعلیم دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ﴿لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران: ۹۳) یعنی تم حقیقی نیکی کو کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔

یہ راہ ہے جو قرآن نے ہمیں سکھائی ہے اور آسمانی گواہیاں بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ یہی راہ سیدھی ہے اور عقل بھی اس پر گواہی دیتی ہے۔ پس جو امر گواہوں کے ساتھ ثابت ہے اس کے ساتھ وہ امر مقابلہ نہیں کھا سکتا جس پر کوئی گواہی نہیں۔ یسوع ناصری نے اپنا قدم قرآن کی تعلیم کے موافق رکھا اس لئے اس نے خدا سے انعام پایا۔ ایسا ہی جو شخص اس پاک تعلیم کو اپنا رہبر بنائے گا وہ بھی یسوع کی مانند ہو جائے گا۔ یہ پاک تعلیم ہزاروں کو عیسیٰ مسیح بنانے کے لئے تیار ہے اور لاکھوں کو بنا چکی ہے۔''

(''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب''۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۶-۳۴۸)